UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222095
UNIVERSAL
LIBRARY

تذکرۂ تبسمِ گل

جس میں ہندوستان کے تمام مشہور و معروف اور مستند ظرافت گوؤں کے
کلام کا بہترین و لاجواب انتخاب ہے

مصنفہ

ڈاکٹر شیخ عظمت الٰہی صاحب سلونوی اڈیٹر جریدہ (دنیا) لکھنؤ

حسب فرمائش منیجر عظمت بکڈپو

لکھنؤ

عظمت پریس لکھنؤ میں طبع ہوا

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

کوئی صاحب قصد طبع نہ فرمائیں

[illegible]

قیمت فی جلد ایک روپیہ عہ

۱۹۲۷ء

تذکرہ تبسم گل

سید انشا اللہ خان انشا دہلوی ثم لکھنوی

انشا ایک ایسے مشہور شاعر ہیں کہ انکے حالات و سوانحات ہر ایک تذکرے میں مل سکتے ہیں۔ البتہ انشاء کا کلام جس حیثیت سے جو ہم پیش کرتے ہیں وہ بہت کم مشہور ہے۔ یہ ریختی کے موجد تھے۔ انھیں کے نقش قدم پر جان صاحب وغیرہ نے اپنی شاعری کی بنا درکھی اور اس سے کافی شہرت حاصل کی۔ ذیل میں انشا کا کلام منتخب درج کرتے ہیں جسکا ہم تذکرہ کر چکے ہیں۔

مجھے نہ از زناخی تورات کو کہیں تھی
ہاتھوں کی تیرے میں نو کہنت عاجز آئی
میں کیا کہوں دوگانا اس کی کہو زنخے سے
انشا سوائے اپنے اشک کے ہاں میں

ہے رنگ کر لی چھتیا ایسی لی دلی کا
جو کام ہے تھوڑا سو تیرا لہسلی کا
جو حال ہو گیا ہے اس پاؤں کی لی کا
ہے کون کہنے والا اس دل کی بیکلی کا

دیگر

رات جو میں نے کہا قصہ پٹھان کا
تم سی پری بھی کوئی ہوئے زخلیمہ کہ ہو
بات جو کنی نہ تھی سو وہ وہ دے گئی
تیری تو انشا کبھی بات باور کرے

خواب میں آیا نظر تخت سلیمان کا
ہم نے تو دیکھا نہیں آدمی اس شان کا
منہ نہ دکھائے خدا آپ سے نادان کا
بار سپارا گر آئے تو قرآن کا

اللہ کرے سلامت جم جم رہے یہ جوڑا
ہے جس کے دم قدم سے دنیا کا سب بکھیڑا
کیوں کھیلی انگلیوں سے تو مجھکو ہی لپٹی
سب ہے تری گلہری کیا ہاتھی ہی پیڑا
بندی کی دشمنی میں ناحق جو جھوں الٰہی
لگجاوے انکے منہ پر از غیب کا تھپیڑا
باجی سے اپنی ہنسکر کل وہ پری یہ بولی
کیوں تم نے میرے انشاء اللہ خاں کو چھیڑا

کروں بستار کیا اپنی دوگانہ کی رکھائی کا
دلمچ آکر انھیں میں پھنس رہا ساری خدائی کا
سنا یہ سو بلا سنئے لگا ہے ٹوہ میں میری
موا دربان کا لڑکا تلینڈا و نمچھے بھائی کا
وہی جانے کہ کیونکر بات جیت اُس تک پہونچی ہو
دوا کا آسرا ہے یاں بھروسہ ہو نہ دائی کا
تجھے پروا نہ تھا انشا سے میں نے بات کرنے کل
گرنا۔ کام ہو تیرے سیاں تو بیچیانی کا

چوٹی تری جو سانپ کی اک لہر دوگانا
کھاتی ہوں ترے واسطے میں زہر دوگانا
چتون تری بس دیکھتے ہی یاد پڑی ہے
دلی کی وہی چہل وہی شہر دوگانا
لیجا ایسی کہیں دور ہوں گھر بیچ سے رگ
سب تاڑ گئی ہے یہ بڑا شہر دوگانا
میں تجھ سے سمجھ لونگی بھلا کون ہے انشا
اللہ اوسے تو ہے بڑی قہر دوگانا

تیتے ہو بیتی کہانی تو نبیڑی انا
آپ بیتی تو کوئی بات نہ چھیڑی انا
پیلی ٹھیکری اک ڈھونڈ کر لادے جس سے
اپنی رگڑا کروں میں ان پاؤں کی ایڑی انا
کٹ زناخی سے ہوئی دوستی اٹھا تو ہوا
کٹ گئی میں تو مرے پاؤں کی بیڑی انا
نہیں سنکا دلیتا نے تو پھر انشا نے
میرے دروازہ کی کیوں اُن ہلا کھڑکی انا

تھام تھام اپنے کو رکھتی میں بہت تھا لیکن کیا کہوں تھم نہیں سکتا میرا اندر وا ا
اپنے کوٹھے پہ کھڑے اس ڈھب سے زنیلا کری لیگیا جان اڑا ایک کبوتر والا

دیگر

اڑ گئی فاختہ کیوں سرو پہ دم دیتی ہے ابھی اسکا نہ کچھ اچھا مجھے کھڑک لگا
بکہ ہے منتجی کوں سی منزل انشا اسکا نام تبا در ساتھ کر دل کے اندر اس منزل میں بجھ گیا

دیگر

اپنا جو دکھاتا ہو ہمیں زور نگوڑا صدقے اُسے کر ڈالیے در گور نگوڑا
سوتی تھی مزے میں کہ گئی نیند اچٹ ہائے کیا جانئے کیسا یہ ہوا شور نگوڑا
میں چیخ پڑوں کیوں نہ ہوئے انگلی میں اپنی ڈالے مسل انگلی کی مری پور نگوڑا
ہمسایہ میں کو نجل ہوئی کل رات کو انشا
گھس اُسکے زنانہ میں گیا چور نگوڑا

تری عمر گزر گئی تو اری سر نہ تھام اپنا یہیں ہے ابھی اسیر تو کہہ لے نام اپنا
کمبخت ہے وہ کام دوگانا بہت برا صدقے تو گئی تھی ہے یہ زمانا بہت برا
کیوں آٹھ آٹھ آنسو رُلاتا ہے مجھ کو تو ہے گا کسی کے جی کا ستانا بہت برا
دلسوز ہے دوا مری دیدار اسکا ہر گھڑی لگتا ہے انکھیوں کا نچانا بہت برا
بھر آئی میری آنکھ تو انشا نے یہ کہا
لگتا ہے مجھ کو خلوت سے گھلانا بہت برا

تو تو انگلی نہیں جاتی ہے جیب تجھ سے لے میں جیب بھری ہوں تو بھلا تجھ کو کیا
اپنی کچلی سی تو چھپ گئی تو خبر لے باجی گرم میں گو کہ ڈری ہوں تو بھلا تجھ کو کیا

نئے ڈھانڈ کی میں کھیلتی کس طرح سے انشا
وہ ڈھی اور ہری ہوں تو بھلا تجھ کو کیا

مشک کس طرح سے گال اپنے بھلا تا کیوں ہے — اپنے او سمجھ کے لونڈے نہ تو اپنی چھلکا
ہاتھ آیا سو ہتیلی سے ہتیلی ملنا — جو ملے اور بھاڑ میں جائے یہ نگوڑا چسکا
چھبتی ہر یہ تو نگوڑے مجھے بھاری لگیا — کوئی ساری سی مری واسطے لا ری لگیا
گو کلہر و لہر بنت ڈاک پر ستائے کیا چیز — اس سے ہو جاتی ہی کمبخت گنواری لگیا
گیند اک میں نے جو پھینکی تو جھجک کر اُن نے — کچھ عجب ڈول سے کل اپنی سنواری لگیا
جس میں بو باس ہو تیری وہ نشانی دو شال — چھلا میں کیا کروں گی اے تری واری لگیا
اوڑھنی مجھسے جو بدلی تو اجی باجی جان — وہ بھی اک دیجیے جو ہو بھاری بھاری لگیا

ہاتھ انشا کا کہیں چھو جو گیا تو بولیں
تیرا مقدور کہ تو چھیڑے ہماری لگیا

تو قیامت بے شری ہو حد بُرا تیرا گلا — خوش نہیں آنا ہمیں بی فاختہ تیرا گلا
کیوں پڑا کھٹکے نہ جی میری کلیجہ میں بھلا — ہے تمہارا رد پ لیا جیسے سونے کا ڈلا
دلمیں اک انشا کے چٹکی لی پیے کو ہٹ گئیں
واچھری سعقول یہ کیا تھا بھلا صاحب بھلا

خط پڑھنے کو ڈیوڑھی تک اور جا سے کوئی بڑھا — انشا تو جو ہنا کتا جو یہ دوگانا باگنٹ ہب
جو بر اتجر اجگر انشا ارے تو قسم سے — کب تلک میں سہے گر ترس کو رکھوں بجا جانب
کوٹھو پہ سیڑھی ہے بنس۔ باکہ منڈیروں سے اُدہر — صحن میں ڈیوڑھی میں یا اور کہیں منہ سی چھوٹ
سر پلانے سے بہر وسہ نہیں پڑتا کسو وقت — کس نگہ کٹ کنہریاں کہ دہن منہ سے پھوٹ

لوگوں کے چرچے کا ہوتا ہے تجھے ڈر انشا
تیری کیوں آنکھیں بھلا پھوٹ گئیں منہ سے پھوٹ

بس بلا میں مری نہ لے چٹ چٹ　　اے دوگانہ تو ایک ہے نٹ کھٹ
سیج پر تو ہی جو نہو تو یہاں　　چین مجھ کو نہیں کسی کروٹ
مجھے ڈر ہے کہ جو رات کو اس کا　　سینہ بوسے کی طرح بائے جھپٹ
دم دلاسا نہ دے عبث انشا　　چل چخو دور ہو پرے بھی ہٹ
چوٹ اک دل کو لگ گئی انشا
جب سنی اسکے پاؤں کی آہٹ

تجھے کچھ شرم بھی ہے بیٹھ پرے او کمبخت　　تاڑ جاوینگے بڑی لوگ ارے او کمبخت

سامنے بھوتوں کے پڑے ہے یہ موا خوجا خبیث　　مجھ کو گھورا ہی کرے ہے یہ موا خوجا خبیث
رات بھر کیا انسا کرے ہے نیند آتی ہی نہیں　　موتیے اب دن بھر کرے ہے یہ موا خوجا خبیث
بوٹی کی جو ڈالیاں آتی ہیں بائیں باغ سے　　سو گدھا بن کر چرے ہے یہ موا خوجا خبیث

کوئی چاہت میں کسی شخص کے بدنام ہو نوج　　سانے دو جان وہ کمبخت برا کام ہو نوج
روز مجھ سے کہے ہے چلو آرام کریں　　جسکو آرام وہ سمجھے ہے وہ آرام ہو نوج
آگیا تیری رضائی میں پسینہ مجھ کو　　گرم ایسا بھی نگوڑا کوئی حمام ہو نوج
دن ڈھلا رہی صبح جی تو بچے لے انشا
کل سویرے کالی بلا ہائے وہ پھر شام ہو نوج

صدقے اپنے نہوا سکے کوئی قربان ہو نوج　　ایسے لوگوں کا کسی شخص کو ارمان ہو نوج
بس انشا سے کہا مجھ سے خفا ہے کیوں بھلا　　جان اور بوجھ کے ایسے کوئی انجان ہو نوج

باجی کہتی ہیں کہ اک مرد سے پر غش ہو تو — مفت ایسا بھی کسی شخص پہ بہتان ہو نوج
بلائیں میں نے جو کل اُن کی لیں چٹاخ چٹاخ — تو کس مزے سے کہا بیگماں نے چل گستاخ
ہیں تیرے صدقے گئی لے مری پیاری مت چیخ — مت جگا نیند بھرے لوگوں کو پیاری مت چیخ
لگتی ہے چوٹ تو لگنے دے سوس اور ذری — ایکدم کھیلنے خاطر سے جاری مت چیخ
اپنا چونڈا نہ ہلا دم نہ پھیلا اے بلبل — کہہ دیا میں نے نہیں تجھکو کہ ہاں ری مت چیخ
کیوں ملا غز پھراتی ہے اری مینا چپ — اڑ گئی دور بھی ہو جیسے گزاری مت چیخ

بے چیخ چنگھاڑ بجانی ہوئی انشا سے نہ مل
تو اب منتیں کرتی نہ رہی ہاری مت چیخ

جاڑا لگے ہے کھینچ لے مجھکو لحاف میں — پاجامہ تنگ ہے برت ہجر اور لا ازار بند

تقصیر کیا ہوئی تھی کہ انشا پہ رات کو
وہ گچھہ دار آپ نے نولا ازار بند

کیا بھر گیا ہے آج کہ جس کے سبب ترا — ہے سخت جیسے لکڑی کا چیلا ازار بند
انشا کو اور اپنی نشانی نہ دیجئے — دیجئے ترا اپنا میلا کچیلا ازار بند
ہے تو سہی ابھی یہ نکیلا ازار بند — لیکن کسی کا نوج ہو ڈھیلا ازار بند

بھرے ہے بن اپنی ان آنکھوں میں انشا مدن
دمکے دمکے نور تن اور گورے گورے نکھٹے نمٹ

اجی کس ڈول سے بنجائے ہے گھوڑا کاغذ — ہم بھی دوڑانے لگیں لاؤ تھوڑا کاغذ
سلانے سے کہہ دو کہ نہ بھیجا کریں لکھ لکھ کر یہ بیش — مجھے بدنام کرے گا یہ نگوڑا کاغذ
پھبتی تو دیکھو لیا سر کی طرح انشا نے — یوں دکھا کر مجھے [illegible] دیتی ہے پھوڑا کاغذ

مارے مستی کے دوگانا جان بھی بس پھٹ گئیں — آگیا جو گرمی کے منہ پر ان کو کف نظر
تیرے کوٹھے پہ رات مار کمند — چھپ رہے تھے ہم اک منڈیری کی آڑ
لوٹ جاوے کہیں یہ تیری پھول — ارے او بے اتر رے نگوڑے کواڑ

بیچیں انشا بھلے کھجور تلے
یہ تو ہے مرد نام اس کا تاڑ

بیگما جان بڑی شرم کی ہے یہ تو بات — اگر یہ کھو گئیں بلجنے سے انشا کے تمہاری بجاز
بھیجدی اُن نے انگوٹھی مجھے فیروزہ کی — اسکے یہ معنی کہ ہیں تاک مرا آغا فیروز

گو دکھ پھوڑوں سے بھری میری دوگانا انشا — تیری ہستی ہو بھری میری دوگانا شاباش
اوڑھنیاں اپنی دکھائے مجھے اس شخص کو آج — میں ترے صدقے اری میری دوگانا شاباش
میری خاطر سے جو دکھ ہو تو پڑا ہو سر سے — اور بھی ایک ذری میری دوگانا شاباش
پہنی انشا کے دکھانے کو جو دھانی شلوار — نکلی سبز پری میری دوگانا شاباش

نہیں زیور کی کچھ پھبن پر غش — میں تو ہوں تیرے سادہ پن پر غش
اودی را بیل ہو گئی میں آج — گورے گورے تیرے بدن پر غش
یونہی میں غش ہوئی دوگانا پر — راہ نل جیسے تماد من پر غش
کیا ہی نشا لے کی ہوا آئی — ہو گئی جان اس کی سن پہ غش

باغ کی سیر میں ہوا انشا
تیرے پاجامے کے چمن پہ غش

باجی تم چاہتی ہو بندی سے ایسا اخلاص — اجی دو کنواریوں میں ہوئے جو لیا اخلاص
نہ بتو لے مجھے دو یاں سے اڑ نچھو چاہو — کسکو کہتے ہیں محبت اجی کیسا اخلاص

تیرا جو آشنا لحاظ اتنی بھی مت ہو بے لحاظ ——— سانس مت بھر او دوگانہ چھپ اری او بے لحاظ

اتنے بچھو ہوئیں دائی جی تو کبھی کی — رہی اب تو بڑھیا دوا کی توقع

اجی بی بی سیدانی صدقہ گئی میں — مجھے ہے تمہاری دعا کی توقع

نہیں جاتی کہیں مہمان مرے دل کا شوق ——— تمکو کیا اس سے دوا جان مرے دل کا شوق

بات چیت ایسی طرح کی مجھے آتی ہی نہیں — نہیں اسکا مجھے ارمان مرے دل کا شوق

طعنہ مت دو مجھے ہاں ہاں ابھی ہو جاتی ہوں — جان اور بوجھ کے انجان کر دل کا شوق

منتیں مت کرو انشا کی طرف سے اسپر

میں نہیں کرنیکی احسان مرے دل کا شوق

ہے کیا اوسکے کوئی پیاری — ناک نتھوں میں اپنی آڑ ہے ایک

ہے جو دروازہ وہ دوگانا کا — آہنیں ہے چول کا کواڑ ہے ایک

اسکی زنجیر بھی نہیں لگتی — آگے بس شرم ہی کی آڑ ہے ایک

میں نے دیکھی اسکے کان میں لونگ ——— کیوں نہ خوش آئے مجھکو پان میں لونگ

ہے جگائی ہوئی دوالی کی — تہر اک اسکے پاندان میں لونگ

میں جھجک اٹھی دیکھے انشا نے — کل چھوڑی جو میری رانیں لونگ

جان صدقہ اس پری کے جن نے انشا سے کہا ——— اب نکے ہاتھ سے یہ بندی بہت آئی ہے تنگ

کیا چیز ہے جو دھیان میں اپنے نہیں ارے ——— ہوں بات بات میں کبھی اگر تو ہو ڈال ڈال

میں جھنک گئی ہوں جاہ میں ایک مردوے کی اٹ — اس پہ سر کو سجدہ دوگانا کھنگال ڈال

اری بی ایک ہی عیار ہو تم ——— تاک جوتی میں گرفتار ہو تم

چھیڑ کی بات سوا اور نہیں — یعنی لڑنے ہی پہ تیار رہو تم

کس سے اقرار ہوا جو ہم سے
کرتے ہر بات پہ انکار ہو تم

بامن کے لڑکے کھول کے پوتھی بچار تو
مجھ سی بھی پاپی ہوگی کوئی اندر لوک میں

انگیا کی بات چیت میں جو چھیڑ چھاڑ ہے
سو لذت انسا میں کہیں ہو نہ کوک میں

میں تو کچھ کھیلی نہیں ہوں ایسی بچی گولیاں
جو نہ سمجھوں گی زنانی جان تمہاری بولیاں

مطلب انشا کا سمجھتی ہی نہیں اے داچڑی
ے
بیگمیں اور خانمیں ہیں ایسی ہی تو بھولیاں

کیا ترے سر آ چڑھے چاروں کے چاروں الاماں
شاہ دریا۔ شیخ سدو۔ زین خاں نجمو میاں

سوتنیں کمبخت وہ جو بیر دوڑاتی رہیں
اُنسے آخر کیا ہوا اپنا کیا پاتی رہیں

بات وہ لائے کمبخت جو جیت چاہی ہو
اجی بس جاؤ بھی کچھ تم تو بڑی واہی ہو

پھر جو بول اٹھوں گی کچھ میں تو پچھتاؤ گی
پھر ایسا نہ کرو تم ابھی بن بیاہی ہو

یہ گھٹا رات کو چھائی کہ الٰہی توبہ
مینہ نے وہ آنکھ دکھائی کہ الٰہی توبہ

پھول کی ایک کلی چونچ میں اپنی لیکر
دم یہ بلبل نے بھلائی کہ الٰہی توبہ

میں ترے صدقے نہ رکھا اری مری پیاری روزہ
بندی رکھو لیگی ترے بدلے ہزاری روزے

گلوری پان کی جو کھا رہی ہو اُس سے کہتا ہے
نہ کہے بات کچھ جی میں بھری ہو سو اگل ڈالے

نسبت کا جھگڑا ہر گھڑی کیوں مینا پیسے
بڑا دانہ ہو چکی مینا تو کیا چھوڑو تم کو دل ڈالے

بُرائی میری کھینچے گئے پر خدائی لات میں میں نے
تجھے ایسے بہت سالے کرائی نیچ تل ڈالے

مجھے ڈر ہو چھپ بھی اک جو ہو نا گند سا پھرتا
مبادا اے دعا گی دیکھیں تم کو گند ل ڈالا

دوگانہ میں جو بن کر ہے کہ وقت آ پہنچا
کہ کوئی بیچ الٹی گود میں کر دی لگی پھل ڈالے

جو ہمکو چاہے اُس کا خدا نت بھلا کرے　　دودھوں نہائے اور وہ پوتوں پھلا کرے
روٹھے ہوئے کو کس لئے جا کر منائیے　　منت کسی نگوڑے کی اپنی بلا کرے

ہزاروں دیو نکو یاں کی پریوں نے پچھاڑا ہے　　نہیں یہ لکھنؤ اک راجہ اندر کا اکھاڑا ہے
رزائی تنال ذرا سوا در چلو ہم تم چھپر کھٹ میں　　ہوائیں ٹھنڈی ٹھنڈی آ رہی ہیں غضب جاڑا ہے

وہ تو کسی میں نہیں آپ میں جو بات ہے　　جھوٹ جو بولوں تو ہزاروں بھری رات ہے

میں نے جو کچھ کہا کہ کل ان کی زبان کاٹی　　تو اسنے کس مزے سے میری زبان کاٹی

کوئی اللہ کرے چھینک پڑے جلدی سے　　وہ چھپر کھٹ میں تو پھر چھوڑ کے بھاگا جیسے

یہ اتفاق ہے نہ بنے یا بنی رہے　　پر آدمی کو چاہیے دل تو غنی رہے
روٹھی ہوئی ہے وہ تو کٹنی پہ یہ سوچ ہے　　کیونکہ ہو کہ یونہی منی کی منی رہے
مانگو بگی آدھی رات کو سر کھول کر دعا　　آمین کہنے کے لئے اور اک جنی رہے
دولت بنی ہے اور سعادت علی بنا　　یا رب بنے بنی میں ہمیشہ بنی رہے

اُسے قربان کردن جو مجھے چھیڑے انشا
میری چھاتی جو چھوئے اسکی ہتیلی جل جائے

ہو گئی رات تو سب لو ہو لہان ملے انشا　　دیکھ میں چیخ پڑوں گی نہ مرے لے جھکی
پیچھے دینی کٹوئل کنڈی لینا انشا کو بلا
نہ بھلا کیا چاہئے دربان و بک کا مجھے

ڈر یہی ہے کہ میرے پیچھے زرا　　نگوڑی آ کل کھڑی نہ گھ

رات بھر اپنا ترستا ہی رہا جی باجی　　اب تو نوبت بجی اٹھو اجی باجی باجی
ہے سلیقہ تجھے اتنا کہ نظر آتی ہے　　بادشاہ زادی ترے سامنے باجی باجی

اے بُوا کوٹھری میں سے کہیں مُڈ لینے کے لئے — اک عبا اوڑھ کے بن بیٹھی ہیں حاجی باجی

جھمجھمتی ہے یہ بھوڑی ململ کی اوڑھنی — لا دے وہی دو آنے مجھے ململ کی اوڑھنی

بن سرو ڈھکے ہوئے تجھے کیا چاہیئے بھلا — بوٹے سے قد پہ اس بڑے آنچل کی اوڑھنی

انشا کے سونگھنے کے لئے اُن نے بھیجی
جالی کی کرتی اور وہی ہلکی اوڑھنی

رُباعی

اے بی بی ہیں خانہ زار بھائی تیرے — صدقے قربان جائے جائی تیرے

وہ چال نہ چل کہ نام رکھے کوئی — بے ڈول یہ ہیں دیدہ ہوائی تیرے

دیگر

ناحق ناحق مجھے جلاتی کیوں ہے — گھر میں مرے آگ لینے آتی کیوں ہے

آئی تو نہیں ٹھہرتی یہ رنجش سے — بے فائدہ یہاں تو آتی جاتی کیوں ہے

دیگر

بھانکا تو نہ کر عبث فضیحت ہوگی — آنّا یہ سنے گیں تو قباحت ہوگی

چالیس یہ چھوڑ دے نہیں تو ناحق — اک روز بڑی بڑی فضیحت ہوگی

کلیاتِ انشاء اللہ خان

ہندوستان کی وہ سرمایۂ ناز ہستیاں جنکے کارنامے صفحۂ زمین پر آبِ زر سے لکھے ہیں انشاء بھی انہی میں سے ہیں ہر رنگ کا کلام ان کے کلیات میں موجود ہے دیوان اردو ریختی کا دیوان لطف اللہ و فارسی کا دیوان غزلیں قصیدے مثنویاں قطعات رباعیاں پہیلیاں سب اس میں موجود ہیں دیکھنے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ ایک بہارستان میں سیر کر رہا ہے جسکے دیکھنے سے کسی طرح آنکھیں سیر نہیں ہوتیں قیمت (عہ)

سید اکبر حسین صاحب مرحوم الہ آبادی

اکبر مرحوم کی شہرت بنہایت ہرگز ہماری تعارف و تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ اُنکے کلام کو نقادان سخن نے ہر طرح تنقید کسوٹی پر جانچا ہے اور ہر طرح سے مقبول پایا ہے۔ لہذا ہم صرف اُن کے ظریفانہ کلام کا کچھ حصہ پیش کرتے ہیں۔

نفس کے تابع ہوئے ایمان رخصت ہو گیا — وہ زنانہ میں گھسے مہمان رخصت ہو گیا
مے اُنھوں نے پی اب اُنکے پاس کیونکر دل لگے — جانور اک رہ گیا انسان رخصت ہو گیا

بہت مشکل ہے بچنا بادۂ گلگوں سے خلوت میں — بہت آساں ہے یاروں میں معاذ اللہ کہہ دینا

تحریک سودیشی پہ مجھے وجد ہے اکبر — کیا خوب یہ نغمہ ہے چھڑا دیس کی دُھن میں

مذہب نے پکارا اے اکبر اللہ نہیں تو کچھ بھی نہیں — یاروں نے کہا یہ قول غلط تنخواہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

سب ہو چکی ہیں اس بت کافر ادا کیساتھ — رہ جائینگے رسول ہی بس اب خدا کے ساتھ

سدھاریں شیخ کعبہ کو ہم انگلستان دیکھیں گے — وہ دیکھیں گھر خدا کا ہم خدا کی شان دیکھیں گے

شیخ جی گھر سے نہ نکلے اور یہ فرما دیا — آپ بی اے پاس ہیں تو بندہ بی بی پاس ہے

حرم والوں سے کیا نسبت بھلا ہم اہل ہوٹل کو — یہاں انگریز اُترتے ہیں وہاں قرآن اُترا ہے

کشت دل کو نفع پہنچے اشک ایسی چیز ہے — دیدۂ گریاں پہ واٹر ٹیکس کی تجویز ہے

قصۂ منصور سنکر بول اُٹھی وہ شوخ مس — کیسا احمق لوگ تھا پاگل کو پھانسی کیوں دیا

سید اُٹھے جو گزٹ لیکے تو لاکھوں لائے — شیخ قرآن دکھاتے رہے پیسہ نہ ملا

کہا یہ ترکانِ دلبر کی چشم بیداد شوخ — آپ اب قیمہ بھی کھاتے ہیں چھری کانٹے سے

میں بتاؤں آپ کو مرنے کے بعد کیا ہوگا — پلاؤ کھائیں گے احباب فاتحہ ہوگا

نہیں کہتا ہے کوئی الفت اللہ کتنی ہے — یہی سب پوچھتے ہیں آپ کی تنخواہ کتنی ہے

انکی بیٹی نے اُبھار رکھی ہے دُنیا سر پر — خیریت گزری کہ انگور کے بیٹا نہ ہوا

آج انجن میں مری آئی تھی آواز اذاں — جی رہی ہیں ابھی کچھ اگلے زمانے والے

خوب فرمایا یہ شاہ جرمنی نے پوپ سے — وعظ ہم بھی کہتے ہیں لیکن دہان توپ ہے

دل مرا جس سے بہلتا کوئی ایسا نہ ملا — بت کے بندے ملے اللہ کا بندہ نہ ملا

بوٹ ڈاسن نے بنایا میں نے اک مضموں لکھا — ملک میں مضموں نہ پھیلا اور جوتا چل گیا

بڈھے میاں بھی حضرت گاندھی کے ساتھ ہیں — گو مشت خاک ہیں مگر آندھی کے ساتھ ہیں

مغرب نے خوردبین سے کمر انکی دیکھ لی — مشرق کی شاعری کا مزا کرکرا ہوا

شیخ کو بھی اُس بت کافر نے اپنا کر لیا — دین سے کیا ہو سکا ایمان نے کیا کر لیا

اطبا کو تو اپنی فیس لینا اور دوا دینا — خدا کا کام ہے لطف و کرم کر کے شفا دینا

بتوں کی مدح سے کل شاعری اردو کی مملو ہے — شکست ان کو جو ہو جائے گی تو میں سمجھونگا بت ٹوٹا

اکبر کے کفر کا نہ رہا قدرداں کوئی — اس بت کو شیخ جی نے مسلمان کر لیا

رزولیوشن کی شورش ہے مگر اسکا اثر غائب — پلیٹو کی صدا سنتا ہوں اور کھانا نہیں آتا

خدا کے فضل سے بی بی میاں دونوں مہذب ہیں — حجاب انکو نہیں آتا انھیں غصہ نہیں آتا

غریب اکبر نے بحث پردے کی کی بہت کچھ مگر ہوا کیا

نقاب الٹ دی ہی اُسنے کہکر کریگا کیا مرا موا کیا

خدا شائق نہیں ہے مقفیٰ بات کرنے کا — وہ اس سے خوش ہے جسکو شوق ہے خیرات کرنے کا

الا یا ایہا الساقی بجز راحت نہ ناولہا — کہ قرآں سہل بود اول ولے افتاد مشکلہا

بجز تزئین پٹے خود پہ لیڈ آسن تاپل — کہ سر رشتہ خبر بود ز راہ و رسم منزلہا

سند کبھی کمال نہیں اگر ہے ہوگا خود ظاہر
کوئی سرٹیفکٹ سے خوبصورت ہو نہیں سکتا

شیخ نالاں ہیں کہ ہر گو کو برتنا ہی پڑا
اس پرانے سوت کو بھی مل میں کتنا ہی پڑا

بے صبری جو آ بنے سمجھ اُسکو خوب اچھا
یہ بجا ہے قول تھا مگر نہ ہو جنون اچھا

ہوٹل میں برہمن نے اگر بھوگ لگایا
سمجھو یہ کہ مذہب کو بڑا روگ لگایا

میں نے سحری کھانے پہ ٹوکا تو وہ جھنجھلا گئے
اور کہ جناب واعظ نے چوری کی فقط افطار کیا

کیونکر خدا کے عرش کے قائل ہوں یہ عزیز
جغرافیے میں عرش کا نقشا نہیں ملا

ہم ایسی سب کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جنکو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

فرقت نے کہا کہ جاگئے آپ
کھٹمل نے کہا کہ بھاگئے آپ

الفاظ ثقیلہ کو مغرب نے کیا خارج
اب دُم کی جگہ ٹلت ندی کی جگہ کالج

کب میں کہتا ہوں الگ ہو سارا قصہ چھوڑ کر
کر طلب دنیا مگر صاحب کا حقا چھوڑ کر

ہم ڈُز خواہی و ہم آرزوئے صاف
این خیال است و محال است و گزاف

کیا پوچھتے ہو اکبر شوریدہ سر کا حال
خفیہ پولیس سے پوچھ رہا ہے کمر کا حال

صید کی شست سے بچتے نہیں ہیں
یہ کالے ہیں مگر کوّے نہیں ہیں

سائنس کا مطلب ہے کہ مذہب کو نچوڑیں
اُس بت کا یہ مطلب ہے کہ اکبر کو نچوڑیں

گوشۂ مسجد میں کار شیخ اب بنتا نہیں
پیٹ گو تکیں پا جائے مگر تنتا نہیں

وصل کا اُس بت نے خود ہی ہے کوئی ہنٹ کہاں
صرف بوسہ سے بھلا سیلف گورنمنٹ کہاں

خدا کی راہ میں پہلے بسر کرنے تھے سختی سے
محل میں بیٹھ کر اب عشق قومی میں تڑپتے ہیں

ریشمی تو ایک بوسہ ہے کافی دم وداع
لیکن مزا جو آئے تو دو تین کیوں نہ لیں

ہمارے کل خیالوں کو وہ دشمن سمجھتے ہیں
بجز اسکے کہ ہم شیطان کو دشمن سمجھتے ہیں

ہم اردو کو عربی کیوں نہ کریں اردو کو وہ بھاشا کیوں نہ کریں
جھگڑے کیلئے اخباروں میں مضمون تراشا کیوں نہ کریں

آپس میں عداوت کچھ بھی نہیں لیکن اک اکھاڑا قائم ہے
جب اس سے فلک کا دل بہلے ہم لوگ تماشا کیوں نہ کریں

ممبر علی گڑھ ہیں یا سکھ ندھال ہیں
لیکن معائنہ کو وہی تابدان ہیں

ہم ریش دکھاتے ہیں کہ اسلام کو دیکھو
مس زلف دکھاتی ہے کہ اس لام کو دیکھو

پرہیز ہے تمام صحت کو بھگوا نکی ہزم جاب کرو
اسکول کمیٹی میں بیٹھنا تم اپنی ترقی آپ کرو

ہجر کی شب یونہی کاٹو بھائیو
ان کا فوٹو لیکے چاٹو بھائیو

قوم کے غم میں ڈنر کھاتے ہیں حکام کے ساتھ
رنج لیڈر کو بہت ہیں مگر آرام کے ساتھ

جو چاہتے ہیں سے گئے عمر اعتدال کے ساتھ
اٹھاتے ہیں وہ بسکٹ کا جوڑ دال کے ساتھ

شیطان نے ترکیب تنزل یہ نکالی
ان لوگوں کو تم شوق ترقی کا دلا دو

عزیز لڑتے ہیں آپس میں یہ ستم کیا ہے
خدا کی مار سے ووٹوں کی مار کم کیا ہے

کافی ہیں امیروں کو تو آئین گورنمنٹ
مذہب کی ضرورت تو غریبوں کیلئے ہے

کالج سے جنہیں ہیں امیدیں مذہب کو بھلا کیا مانیں گے
مغرب کو تو پہچانا ہی نہیں قبلہ کو وہ کیا پہچانیں گے

میم نے شیخ کو ڈانٹا تو یہ بولے وہ غریب
دیکھئے توپ نے لاٹھی کو دبا رکھا ہے

بھائیو گیہوں کا آٹا ڈھائی آنہ سیر ہے
پھر عجب کیا ابن آدم زندگی سے سیر ہے

دل میں اب نور خدا کے دن گئے
ہڈیوں میں فاسفورس دیکھئے

یہ بینگ یا ردقی کی بنا کس غرض سے ہے
واللہ یہ علاج تو بدتر مرض سے ہو

اب تو پنڈت جی کا ہائی مارک ہے
دل میں پکر ما نہیں ہے پارک ہے

اس بت کے لب رخ کا لیا بوسہ پس از عقد
یہ فخر مشرق کا نہی مول یہی ہے

تجربہ خود ہی بنا دیتا ہے مرشد اکبر
سچ کہا آپ نے پیری میں مریدی کیسی

دلیری سکھاتے ہیں ہم سکو یہ کہہ کر
جہنم سے ڈرنا بڑی بزدلی ہے

مری کھیتی تو اک ٹڈی چڑیوں نے چگ لی ہے
میں کیوں پوچھوں کہ ٹھاکر کی جنا بکر ہوگی ہے

نظر میں تیرگی سی ہے اور رگوں میں ناتوانی ہے
ضرورت کیا ہے پڑنے کی جہاں پیری کا پانی ہے

مرا ٹٹو زیادہ مشرقی ہے شیخ صاحب سے
کہ وہ موٹر پہ چڑھتے ہیں یہ موٹر سے جھجکتا ہو

شراب میں سب جمع ہیں مجھے نہ پی پی کیجیے
آپ اس بوتل کو گر نذرِ کیسر دی پی کیجیے

ماسٹر کی بحث اگر مانیں نتیجہ ہے یہی
اب ہیں اچھے جانور پہلے برے انسان تھے

ابلہ بنا دیا ہر اک کو مغرب نے پاس کرکے
سید بھی کورے کھسکے برسوں سپاس کرکے

پہلے سنتے تھے صدائیں مرد میداں کون ہے
اب تو یہ سرگوشیاں ہیں میری گوئیاں کون ہے

تعلیم جو دی جاتی ہے ہمیں وہ کیا ہے فقط بازاری ہے
جو عقل سکھائی جاتی ہے وہ کیا ہے فقط سرکاری ہے

گئے برہمن کے پاس لیکر جو اپنے جھگڑے کو شیعہ سنی
بگڑ کے بولا کہ جاؤ بھاگو ملیچھ تم بھی ملیچھ وہ بھی

برگد لگے مولوی کو کیا پوچھتے ہو کیا ہے
مغرب کی پالسی کا عربی میں ترجمہ ہے

بیک گردش چشم نیلوفری
نہ انجن بماند نہ انجنیری

بے مجا ہی مری ہمسایہ کی خاطر سے نہیں
صرف حکام سے ملنے میں مزا آتا ہے

قدر دانوں کی طبیعت کا عجب رنگ ہے آج
بلبلوں کو یہ حسرت کہ وہ الو نہ ہوئے

فکر ساری کی ہے نہ کنگن کی
اب تو دُھن ہے انگلیں فرنگن کی

جب شمع ہو تو اسکی حفاظت ضرور ہے
فانوس کوئی رکھ نہیں سکتا الاؤ پر

نام میرا دفتر اعزاز سے خارج ہے اب
پارک کی زینت میں میری قبر بھی خارج ہوا اب

یہ دال اب گنگ کبھی گل نہیں سکتی
کلو کے پٹانے سے بالکل نہیں سکتی

پیٹ مصروف ہے کلرکی میں — دل ہے ایران اور ٹرکی میں

کانٹے بونے لگے سب شیکسپیر پڑھ کے عزیز — گل کھلائیں گے کہاں تک یہ گلستاں والے

ہو گیا ہے الہلال اماجگاہ تیر غرب — اس نئے دور فلک کی چاند ماری دیکھئے

کھینچو نہ کمانوں کو نہ تلوار نکالو — جب توپ مقابل ہو تو اخبار نکالو

ضبطی پرچۂ توحید ہوئی فیر یہ ہے — قل ہو اللہ احد ضبط نہیں خیر یہ ہے

صاف کہتا ہوں میں خوش یا ہوں ناخوش مولوی — آسماں اب چاہتا ہے مولوی کش مولوی

رباعی

تھے کیک کی فکر میں سو روٹی بھی گئی — چاہی تھی شے بڑی سو چھوٹی بھی گئی

واعظ کی نصیحتیں نہ مانیں آخر — پتلون کی تاک میں لنگوٹی بھی گئی

قطعہ

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں — اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا

پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا — کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

قید مرکورٹ پہ مہر بوسہ پہ اک مضمون ہے — عشق میں کیا ہو نرا قانون ہی قانون ہے

بابو صاحب کا یہ ہے شکوۂ افلاس بجا — سچ تو کہتے ہیں کہ مچھلی نہ سہی بھات سہی

بچے کو کیونکر جانے کار خانگی کو چھوڑ کر — اتنی کثرت ہو جو ہو تنگی گر تو بھی کیا کرے

شیخ جی کے دونوں بیٹے باہنر پیدا ہوئے — ایک ہیں خفیہ پولس میں ایک پھانسی پا گئے

ڈائری میں ہو گیا تھا اختلاف اندراج — لڑ گئے خفیہ پولس سے کل کراما کاتبیں

سول سرجن تو ساڑھے سات سے پہلے نہیں ملتے — ولیکن ان کے مرغے کی سحر خیزی نہیں جاتی

اس وعدہ خلافی پہ کرو غور رسیدن — ہر روز یہ کہتے ہیں کہ اب اور رسیدن

خیال حالت قومی سے دل کو پست کرتا ہوں — مگر جب ان کا بنگلہ دیکھتا ہوں جست کرتا ہوں

مورخ اور صوفی میں بھی بیشک فرق ہے اکبر — کہ وہ مصروف ماضی اور اسکو حال آتا ہے

داڑھی خدا کا نور ہے بیشک مگر خضاب — فیشن کے انتظام صفائی کو کیا کروں

کالجوں تو در فیض عام کھلتا ہے — جو منہ لگائیں تو ان کا گدام چھٹتا ہے

نہ کٹ سکی نہیں نہ یاں کا نشا پھری ہے — مگر لگی ہے تو کھجڑی کیا بری ہے

دھن دلیس کی تھی جسمیں گانا تھا اک ولایتی — بسکٹ سے ہے ملائم پوری ہو یا چپاتی

شان نماز اکبر شاہانہ ہو چلی ہے — مسجد الگ بنائیں اپنی میاں وفاتی

رقبہ تمہاری گاؤں کا میلوں ہوا تو کیا — رقبہ تمہاری دل کا تو دو ایکڑ بھی نہیں

بوئے وفا نہیں ہے مس کے اصول میں — بس رنگ دیکھ لیجئے گملے کے پھول ہیں

بھائی صاحب تو شنا فکر مساوات میں ہیں — شیخ صاحب کو سنا ہے کہ حوالات میں ہیں

بابو ہمیں نگل گئے اس عہد میں تو خیر — رہنا پڑا ہے نبیوں کو مچھلی کے پیٹ میں

عالم وحدت میں کثرت رنگ دکھلانے لگی — ہوش کے ٹکڑے ہوئے میں میں کی صدا آنے لگی

جب غم ہوا چڑھالیں دو بوتلیں اکٹھی — ملا کی دوڑ مسجد اکبر کی دوڑ بھٹی

حضرت کی شعرگوئی کچھ مستند نہیں ہے — کہنے کی ایک حد ہے بکنے کی حد نہیں ہے

حقیقی اور مجازی شاعری میں فرق یہ پایا — کہ وہ جامے سے باہر ہے یہ پاجامے سے باہر ہے

کیا خبر خلد سے کیوں حضرت آدم نکلے — ہم تو مصروف ہیں گیہوں کی خریداری میں

لاکھ چھانٹیں وہ مذہبی باتیں — فرق ہے شیخی و کلرکی میں

لیڈر کو دیکھتا ہوں تصوف پہ معترض — کالج کے کیڑے پڑ گئے دل فقیر میں

اصلاح بت بے پیر اسی پر ہے درست — جسکا مرشد نہیں استاد نہیں پیر نہیں

تعلیم اسکی اچھی جو اپنے گھر میں خوش ہو — مذہب اسی کا اچھا جسکو پولس پکڑے

تعلیم کی بدولت ان کو بھی ارتقا ہے — جو مارتے تھے مکھی اب مارتے ہیں مچھے
فرما گئے ہیں یہ خوب بھائی گھورن — دنیا روٹی ہے اور مذہب چورن
سایہ مدت ہوئی غبار بنا — پائنچوں میں بھری ہوا ابھی ہوا
مغربی تعلیم ہو اور ہوم رول بات ہو — لطف موسم ہے یہی مینڈک ہو اور برسات ہو
حرج کیا روپیہ جو کاغذ کا چلا — شکر کر روٹی تو گیہوں کی رہی
نبوت کا زمانہ اور تھا اب اور بھر مٹ ہے — وہاں سینہ میں قرآں تھا یہاں سینہ میں بسکٹ ہے
ملّا یہ کہہ رہے ہیں میرا رسالہ دیکھو — صوفی کا ہے اشارہ میرا پیالہ دیکھو
ملّا پکارتے ہیں منطق کی جنگ اچھی — صوفی کا ہے اشارہ حق کی ترنگ اچھی
ملّا یہ کہہ رہے ہیں قرآن بہ لہجے سے پڑھیے — صوفی یہ کہہ رہے ہیں معنی سمجھ کے پڑھیے
دوستی کی آپ سے فرصت نہیں اس شوخ کو — یا کھسکئے سامنے سے یا غلامی کیجئے
ہر چند کہ ہے مس کا لونڈر بھی بہت خوب — بیگم کا مگر عطر حنا اور ہی کچھ ہے
بت کو ثرے زیادہ بہتر ہیں ٹھرّے کے دام — ہمیں کا میکدہ ہے غفلتوں کا دور ہے
دل اُسکے ساتھ ہے کہ خدا جسکے ساتھ ہے — لیکن خبر نہیں کہ خدا کسکے ساتھ ہے
مرزا غریب چپ ہیں اُنکی کتاب ردّی — بدھو اکڑ رہے ہیں صاحب نے یہ کہا ہے
محو افسانہ وہ بت کھوٹ پرست ہے — کہتا ہے آخرت کا یہی بندوبست ہے
خواہ صاحب کو تم سلام کرو — خواہ مندر میں رام رام کرو
بھائی جی کا فقط یہ مطلب ہے — جسمیں روپیہ ملے وہ کام کرو
کون کہتا ہے کہ تعلیم زناں خوب نہیں — ایک ہی بات فقط کہنا ہے یاں حکمت کو
دو اُسے شوہر و اطفال کی خاطر تعلیم — قوم کے واسطے تعلیم نہ دو عورت کو

جان صاحب

آپ کا نام گرامی میر یار علی تھا لکھنؤ آپ کا مسکن تھا مگر آخر عمر میں بوجہ حصول معاش رامپور میں قیام رہا۔ آپ کا کلام تمام و کمال ریختی ہے۔ گو در اصل ضلع جگت کا گورکھ دھندا اور صنعت مراعات النظیر اور تناسب الفاظ کا ایک طلسم ہے پھر بھی جو کچھ ہے انکے واسطے مایۂ ناز تھا۔ دوسرے کسی شخص کو اتنی شہرت اس قسم کے کلام میں نصیب نہیں ہوئی۔

شان میں اللہ کی مطلع وہ ہو دیوان کا
جیسے بسم اللہ پہلا لفظ ہوا قرآن کا

کیا منہ ہے منہ چڑھائی کوئی اس زبان کا
کس مردوے کو علم ہے میری زبان کا

جمشید کا پیالہ مری فکر ہے۔ ہوا
مضمون آئینہ کیا سارے جہان کا

معنی کے بدلے رہ گئی اب شعر میں جگت
ایجاد یہ ہوا انگرکھا ہاتھی کے تھان کا

چوری ہوئی پتا نہیں ملتا ہے مال کا
گھر گھر ابھی کروں گی گلہ کوتوال کا

زیبا قنات کی طرح میں کہتی ہوں وہ غزل
مردوں سے ہو جواب نہ میرے سوال کا

سوتے ہیں اب وہ چین سے مخمل کے فرش پر
گٹھا ہوا نصیب نہ جن کو پیال کا

ہمسائی بچے کے سر کی قسم آئیو ضرور
کونڈا کروں گی جمعہ کو سید جلال کا

دردوں کے مارے مرتی ہوں لیتی نہیں خبر
کیا کھولنا تمھیں نہیں آتا ہے فال کا

کہتی ہوں دلمیں جب سے مجھے تو نظر پڑا　　خالق بچائے جان بلا کو نظر پڑا
ہوتی تھی عید ہمکو سمندر میں اس گھڑی　　ٹھہرا جہاز جب کوئی ٹاپو نظر پڑا
یہ سات پیڑھیوں کے ہوا بعد اتفاق　　کنبے میں بیگما کے دولہا جو نظر پڑا
مسی خراب ہوتی ہر کو کا تو ڈھونڈلا　　سوسن کو طاق میں نہیں ماجو نظر پڑا
حیں مردوے کے پیچھے مرا گھر ہوا خراب　　برسوں کے بعد پھر وہی آتو نظر پڑا

خصم دو جوروں کا لے بوا جو سر کا پانسہ ہے　　بڑی جیب سے کریگا سامنا ہو دیگا ذلت کا
لگا بیٹھا برس جب سے یہ صورت زہر لگتی ہے　　کہیں مشاطہ کر پیغام اب عصری کی نسبت کا
بدل لی آنکھ طوطے کیطرح ٹیں ٹیں لگا کرنے　　اڑے دنیا سے جلدی نام ایسے بیمروت کا
پڑھائی کیوں زلیخا مولوی صاحب نے یوسف کو　　کیا خانہ خراب اسکو دکھایا کوچہ الفت کا
وہ تھے استاد تجھکو جانصاحب انسے کیا نسبت　　کیا پر نام روشن ریختی نے تیری نسبت کا

کلوارنی پہ ترلبہے تف اسکی ریش پر　　قاضی کے گھر میں کیوں نہو چرچا شراب کا
اماں خدا کے گھر میں جو ہوتا ہمارا دخل　　پانی کے بدلے مینھہ برستا شراب کا
رنڈی کسی شرابی سے تیری لگی گی آنکھ　　تعبیر سن جو خواب ہے دیکھا شراب کا
مشتاق سوت پھر پڑے خالق مرا وبال　　پڑجائے اسکے حلق میں پھندا شراب کا
آنکھیں کسی کی دیکھ کے بیہوش ہوگئیں　　نرگس کے منہ پہ دوا جی چھینٹا شراب کا

چال رسوائی کی لوگو یہ ہے اکثر چلتا　　دلسے [illegible] ہوں کچھ بس نہیں اسپر چلتا
تو ہی دیوانی وہاں جاتی ہو سنگیں خانم　　لونڈیوں میں پری خانم کی ہے پتھر چلتا
ہمکو اس باغ میں جینا ہی میں گر دادتی　　میرا شمشاد پہ قابو جو صنوبر پہ چلتا
ساتھ رہتا پری خانم کے وہ سایہ کیطرح　　عشق اگر ہوتا تو ڈولی کے برابر چلتا

رشتہ بنا ہے کا توڑینگی وہ جوڑیں طوفاں   خوب ثابت ہوا اب جوڑ سے مجھ پر چلتا
غوم نبیوں سے جلا ہو کے جو چوسر کھیلے   چال وہ مجھ سے ٹکے گز کی نہ کیونکر چلتا

سوم کے گھر میں میاں کی دال بھی گلتی نہیں   بدم راکس جان لیگا آنکھ لیگا کال کا
رکھیا کس سوم کا ہو پیٹ جو جنتی نہیں   تیرھواں مہتاب کو یہ چاند ہے شوال کا

گو آنکھ لگا مردوا تھا چھوٹی کا دیور   کشنبہ میں مرے جا کے بڑا نام کر آیا
باندی کو مری پیڑو دکھانے کی ہو عادت   ہے ناف سے پاجامہ جو نیچے اترایا
پریوں کا طبق چھوڑ دنگی دیوانی نہ ہو جاؤں   کچھ کھوٹ ہے جو خواب میں دریا نظر آیا
پہچانا نہ تھا کچا تھا وہ جن سے پری خانم   کل سر پہ چڑھا آج نگوڑا اتر آیا

ساس نندوں کی محبت سے میں قربان گئی   جاؤں میکے مجھے منگوا دو سواری مرزا
تم سلامت رہو صدقے میں تمہارے صاحب   کتنا پہنوں گی ابھی گوٹا کناری مرزا

باتیں رک رک کے یہ بندی سے نکرتے صاحب   کچھ بھی ہوتی جو تمہیں چاہ ہماری مرزا
بلاتا کون ہے مشکی کر اسکا منہ کالا   تری بلانے سے عنبر اگر نہیں آتا
نہ پھینکا ڈھیلا نہ کھنکارے چپ چلے آنے   کسی کے گھر میں کوئی بے خطر نہیں آتا
ہماری اسکی تو منہ دیکھے کی محبت ہے   مہینوں گھر پہ مرے بے خبر نہیں آتا
لڑائی جھگڑا بکھیڑا کرے بلا میری   رہیں وہ کسی کے گھر مجھ کو شر نہیں آتا
خصم کا مال تو ہی یار کو کھلا رنڈی   ہمیں تو لاکھ کا گھر خاک کر نہیں آتا

گرگٹ کی طرح کالا کبھی لال ہو گیا   غصہ سے مردوے کا عجب حال ہو گیا
نوروزی جان پوسے وہ دن اب کہاں رہے   بچہ تو جنتے جنتے تجھے سال ہو گیا
کیچڑ میں کوڑی دیکھیں تو دانتوں سے لیں اٹھا   اے اشرفی زمانہ بھی کنگال ہو گیا

جو قدردان ہمارے تھے اے جان چل بسے
جب تو ہمارا ان دنوں یہ حال ہو گیا

آرزو بندی کی ہے خالق سے اک دن سچ بچ ۔۔۔ کھائے بھیں تلوار کا اور پھول بنگھے ڈھال کا
بڑی خانم پھونک کر خالی نہ کر اپنا دماغ ۔۔۔ بے ادب لڑکا تھا کتا بن گیا سسرال کا

لیجا مری گودی سے نہ ہنس روتا ہی بچا ۔۔۔ اب نام خدا ہوش سنبھالا نہیں رہتا
کھلتی ہیں جبھی ٹھوکریں کھا نیکی حقیقت ۔۔۔ سرور جو کوئی چاہنے والا نہیں رہتا
کیا ڈرتی ہو ماموں سے محرم میں بھی زنڈی ۔۔۔ موباف تری چوٹی میں کالا نہیں ہوتا
اک پیٹ رہے ہمکو تو سو خطرے ہوں پیدا ۔۔۔ مردوں پہ تو کوئی بھی کسا لا نہیں رہتا
اے جان مرا خرچ تو تنخواہ پہ رکھتا
رنڈی سی تمھیں حیلہ حوالہ نہیں رہتا

کوٹھے پہ چڑھ کے رنڈی کرتی ہو تو جو کنگھی ۔۔۔ میں سچ خوب سمجھی یہ بھی ہے جال تیرا
کوئی تو آ پھنسے گا اُلو موا نگوڑا ۔۔۔ ہے جعل ساز سمجھی ہر بال بال تیرا

گئی تھی دیکھنے باجی میں سورج کنڈ کا میلہ ۔۔۔ بجی ہوں نستی لستی مردوں کا یہ ہوا ریلا
اجی پتھر پڑے ایسی ہنسی پر سنگی خانم کی ۔۔۔ لگا ہے اوہی کیا آ کے سیری آنکھ میں ڈھیلا
مجھے کسبی سمجھ کر گھورتا ہے دیکھو میلے میں ۔۔۔ مہینوں لڑکا باجی میری گود میں جو ہے کھیلا
اگر باور نہیں آتا ملا کر دیکھ لو صاحب ۔۔۔ مری نازنچیوں سے آپکا بہتر نہیں کیلا

جو سنتا مرتا ہے فرہاد بولو شیریں پر ۔۔۔ وہ جس کی گود کا تھا خسرو بھی زہر کھا جاتا
میں بات کرتی جوانوں میں تم سے اے صاحب ۔۔۔ ذلیل ہوتی تو بندی تمھارا کیا جاتا
خدا دکھائے نہ بیڑو کی آنچ کا صدمہ ۔۔۔ یہ وہ جلاپا ہے ہرگز نہیں سہا جاتا

کیوں جاتے ہیں باہر ہوں بھلا مُغلانی ‌ ‌ ‌ اُدھڑی دو بار گر ٹھیک نہ آئی انگیا
دمبدم لوٹ کے ہیں اس سے ستارے جھڑتے ‌ ‌ ‌ لے بی مہتاب بنی گویا ہوائی انگیا
کورہ اُن چھاتیوں سے ٹپکے ہے جو پہنے ‌ ‌ ‌ میں تو کوسوں گی مری جسنے چرائی انگیا
اب بھلی ہاں نہیں کیا پہنیں جو یہ پہنائیں ‌ ‌ ‌ اپنی جُزدونکو مُوئے کنجڑے تھائی انگیا
کر سکے تم غم میں بن گئیں مُردہ ‌ ‌ ‌ اُڑ دی درگور کیا یہ حال ہوا
نو صنوبر سے دوستی کر کے ‌ ‌ ‌ موئے شمشاد کیا نہال ہوا
چپکے رہنے میں تھا حرام وہ کام ‌ ‌ ‌ ایک دو بولوں سے حلال ہوا
مال تل بھر نہ جائے گا قیصر ‌ ‌ ‌ کوئی دانا جو کوتوال ہوا
مجھ کو بھی ڈوہن ہی خوب لاؤں راگ ‌ ‌ ‌ ڈومنی کا اُنھیں خیال ہوا

جان صاحب رہا وہ تنگ سدا
جسکو حاصل کوئی کمال ہوا

میں گرا تو بھی گرا پاؤں نہ تیرا ٹوٹا ‌ ‌ ‌ تیرے دل کو تو کل آئی مرا پہونچا ٹوٹا
اے گل اندام یہ خوشبو جو چلی آتی ہے ‌ ‌ ‌ شاید عطار کے کیوڑے کا قرابا ٹوٹا
کیا لین تا ماں امیر سے پری خانم ہم ‌ ‌ ‌ چار پیسہ کا موا شیشہ تھا ٹوٹا ٹوٹا
باجی سمدھن ہیں مری کرسی پہ کیے احمق سے ہوا ‌ ‌ ‌ بیٹھنے کو دیا داماد کو مونڈھا ٹوٹا

خدانے بدمنی کو قوم عمدات کی کیا پیدا ‌ ‌ ‌ بڑا ہر ایک سے رتبہ نہ کیوں سمجھیں جاڑ اپنا

دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا ‌ ‌ ‌ بن ٹری تو جان میرا ہو گیا
کیا ہوا چل دور تجھے او موے ‌ ‌ ‌ بیاہ میرا اور ہی جا ہو گیا
مجھ سے موتی کھو گیا ہرن کا جو ‌ ‌ ‌ کل تھا جھوٹا آج سچا ہو گیا

اب نظر میں انکی میں بڑھتی نہیں — دلسے اُتری جب سے پچکا ہو گیا
میں نہ بولی اُس سے دو دن اکرات — گلبدن جسدن وہ ترچھا ہو گیا
بل بہت کرتا تھا تکلے کی طرح — ایک ہی جھٹکے میں سیدھا ہو گیا

کیا کہوں سُن سُن کے باتیں ہول کی
جان صاحب مجھکو دھڑکا ہو گیا

تفّ اس بہادری پہ بنا مردوا ہی کیوں — چھوڑا پڑا صحن میں لے تراجی وہل گیا
خورشید کیا کہوں انھیں آنکھوں کے سامنے — گرگٹ کی طرح رنگ زمانا بدل گیا
تصویر اُن کی دیکھ لی آنسو نکل پڑے — بچّہ ہی تھا کھلونے پہ آخر مچل گیا
دے دے کے چھینٹے کر گیا مفلس سڑن کو ٹھنے — سقہ نگوڑا بھی پری خانم کو چھل گیا
دائی یقین دل کو ہے گر جانے کا حمل — ننھا سا لڑکا خواب میں کل پیٹ مل گیا
منھ زور سب ہیں جتنی ہیں نخاس والیاں — انکا دری میں نام ہے جنیاں نکل گیا
کل کا نپور ناک کریا کی کٹ گئی — لڑکا بغل میں لیکے گلنار نکل گیا
لیکے دل ہو گیا بیگانہ نہ اپنا نکلا — جس سے کی دوستی دشمن ہی نگوڑا نکلا
یار کے واسطے بیجان خصم کو چھوڑا — تو کھرا سمجھی تھی وہ اُس سے بھی کھوٹا نکلا

مرگئی سوت مگر غم نہیں چھوٹا مجھکو
جانصاحب نہ کبھی دلسے یہ کانٹا نکلا

دولھا نے جب دلھن کو دناغی کیا سوار — ہمجولیوں کے رونے سے کہرام ہو گیا
تیری تو بیٹی حاملہ تھی اوہی نیک بخت — بن بیاہا میرا لال تو بدنام ہو گیا
رنڈی نہ کربلا میں کوئی جائے ڈوبے نوا — حاکم کا لکھنو کے یہ احکام ہو گیا

بنکے بگڑی بات کیا قسمت ہماری جان کی — چاند سا بر آکے دروازے پہ کیسا پھر گیا
کل جو عیدی آئی لاڈو جان کی سسرال سے — تک لیا باجی نے کیا مشاطہ لوٹ کیا پھر گیا

دیکھ دلیس جان صاحب کبھی نہیں رسوا ہوئی
گر محبت کا بکا تو گو ڈھنڈورا پھر گیا

ڈر نہ ظالم سے دوانی ہے پری خانم تو — ایسے شر ہوتے رہے پہ تیری بلا سے پیدا
پچھلا جوڑا اوڑھ سونے کا دولھا کے سامنے — میں نے دولہن پہ ڈومنی کو وار کر دیا
مرزا مقیم سیکڑوں دل آتے ہیں جوہری — گو ہے نے گھر کو جوہری بازار کر دیا
باتیں تمھاری جورو کی چھریوں سے کم نہیں — اے میاں ایسا جورو کو خونخوار کر دیا

دولھا بنائے رکھتی میں ایجان آپ کو
بندی کو مفلسی ہی نے ناچار کر دیا

نوج بلواؤں اُسے اُدھی وہ قربان گیا — جسنے اطلیح مجھے رات کو ہلکان کیا
کھانا چرا کے خوب نہیں ماں سے پان کا — منھ کی کہیں کھلائے نہ چسکا زبان کا
بیڑا تو بی اٹھایا خدا سرخرو کرے — سر سبز ہوں پتہ جو لگے خاصدان کا
چھوٹے دیور سے مرے پڑ دا کیا — باجی صاحب اوہی تم نے کیا کیا
مردوے کہتا ہے میں نے کیا کیا — تو لے بس بوا یہ شر پیدا کیا
پیٹ سے اچھے نکالے تم نے بل — ایک گھر کے دوسرا پیدا کیا
کل گئے دیکھ دکھائی آج شکل — اپنا کہنا تم نے اے مرزا کیا
آنا جانا میرے گھر کا چھوڑ دو — تم نے زندی کی بہت اچھا کیا
عشق جس بدن سے کیا کہوں کیا کیا بھولا — غیر کی یاد میں سارا مجھے کنبہ بھولا

بیاہ ہوتے ہی دلھن جان کو میکا بھولا
چین سسرال میں پلے لے اجی بھولا بھولا

کھیر انگلڑی کیا بچوں کو مری بھابی نے
ان کو وہ کوسنا اب تک نہیں بھیا بھولا

اے بوا پتھر کا دل ہے اس موئے بے پیر کا
تھا لکھنو گھر میں خالق کے مری تقدیر کا

کیا کیا ہے دھوپ میں باندی نے سر اپنا سفید
آج تک آیا نہ شیریں کو پکانا کھیر کا

اشرفی خانم کی چوری اے پری خانم کھلی
ہے بنایا توڑ کے توڑا مری زنجیر کا

اے نگوڑی کیا پھرے گی ہو کے تو ننگی گلے
بن نہ سودائی اری سودا نہ کر زنجیر کا

پیسہ تھا پاس سمجھتے تھے ہر آن آشنا
یا دور دور کرتے ہیں ایجان آشنا

کرتا رہا وعدہ تو یونہی دھوکے دہری کا
مانوں گی میں اقرار نہ اب ایک گھڑی کا

دور بھی کر او ماما کلو
کوسا ہوگا کوسا ہوگا

سوکھا سا کھا گورا گورا
کلو کا گھر والا ہوگا

بچی جو موئی میری وا ماما بہت رویا
مرنے پہ کھلی الفت ناشلو بہت دیا

جو دل میں ہو جو روسے تدبیر نہ کرنا
پچھتائیگا دلمیں موئے بے پیر نہ کہنا

نسوں کا بال بال پہ اب تھانہ ہوگیا
کنگھی جو کی تو سمجھ کے یہ خفا نہ ہوگیا

بچی ہوا زمانہ کی تجھکو نہیں لگی
مستانیوں میں بیٹھ کے مستانہ ہوگیا

لیلی سی تو نے پالی ہے کیا کوئی کلموہی
مجنوں کی طرح مردوے دیوانہ ہوگیا

طے کیا عشق کا جھگڑا نہ کسی قاضی نے
اس عدالت میں ہوا کوئی نہ عادل آیا

ہے روانی سے سوا آج کا دن آجکی رات
گھر سے نکلو نہ ذرا آجکا دن آجکی رات

اے میاں ناچ نہ موقوف ہو سالے سماں
دیکھ لیں اور مزا آجکا دن آجکی رات

تیسرے دن نہیں جانتے ہمیں کیسے گھرے
اور رو جاؤ بوا آجکا دن آجکی رات

کہدی ہشتاب سے مُہرن نے ملاقات کی بات — پیٹ کی ہلکی ہو اکدن تو یہی رات کی بات
نوج ہوں آفتاب کے مانند — کیوں جلوں میں کباب کے مانند
ادھر آئی تو اُدھر بھاگی — ہے جوانی بھی خواب کے مانند
اگر سنے گا نہ میری کوئی یہاں فریاد — اجی وہاں تو نہ جائیگی رائیگاں فریاد
رات کو خواب میں لیلی نے کہا بندی سے — تو نے پھر زندہ کیا نام مرا میرے بعد
جیتے جی بندی کو اللہ دکھائے سہرا — مجھکو کیا لوگو جو گھر اسکا بسا میرے بعد
سچ میں کہتی ہوں نہی بخش مُلا ہر دم مار — رکھے عزت مری بچی کی خدا میرے بعد
کارخانہ میں خدا کے ہے کسے دخل بُوا — بچّے تم پہلے جنیں بیاہ ہوا میرے بعد
مرجاؤں تو نہ آئے وہ بندی کی گور پر — کیا ہوں گدھی میں جان دوں بہرام گور پر
ماں سے ہمکو سوا ہے پیاری ساس — باجی دنیا ہو اور ہماری ساس
جو ہم اُن کے کھلے ہیں بہوؤں پہ — چھُریاں نندیں ہیں اور کٹاری ساس
بولوں بڑھ کر تو ذبح کر ڈالے — ہے وہ جلاد بی ہماری ساس

اُس بکی رنڈی بھی ایسی ہی ہوگی
جانصاحب کی ہے کنواری ساس

ہے دولھن جان تجھے دولھا سر کا لحاظ — رات کو بنو نہیں رہنے کا زنہار لحاظ
بدزبانی نہ کرو ان سے بڑی بوڑھی ہیں — ساس سسروں سے دلہن جان ہو در کار لحاظ

ہر کسی سے نہ اُلجھ جان بقول آتش
بات بڑھ جاتی ہو کھو دیتی ہو تکرار لحاظ

دیوان جانصاحب مجلد مکمل عہ / کلیات جانصاحب مجلد ۱۲ / ملنے کا پتہ - منیجر عظمت بکڈپو لکھنؤ

جعفر زٹلی

بزرگ نارنول کے سادات سے تھے شاہزادہ معظم محمد اعظم شاہ کی سرکار میں خواصوں میں ملازم تھے۔ ان کے کلام میں یاوہ گوئی کا عنصر غالب رہا۔ اور ہمیشہ نظم و نثر کو اسی رنگ میں رنگتے رہے۔ چونکہ انکے عہد میں اردو زبان کی بالکل ابتدا تھی بواسطے ان کا کلام فارسی میں زیادہ ہے یہاں پیش کیا جا سکتا ہے۔

جعفر زٹلی نے ایسا کیا ۔۔۔ کہ مکھی کو مل مل کے بھینسا کیا
کشتی جعفر زٹلی در بھنور افتادہ است ۔۔۔ ڈبکو ڈبکو میکند دریک توجہ پار کن

مثنوی دربیان لاڈلی

من آں رستم وقت روئیں تنم ۔۔۔ کہ دہ پاپڑ از مشت خود بشکنم
کنم روزن اندر چپاتی بہ تیر ۔۔۔ برآرم ز حلوا شکر مور سیر
کشم گردن پشہ را در کمند ۔۔۔ مگس چند را من درآرم بہ بند
بپوشم اگر جوشن خنگ را ۔۔۔ ہزیمت دہم پسوی لنگ را
بصد حملہ بال مگس بر کنم ۔۔۔ قطار دو صد مور برہم زنم
اگر بر زنم بنجہ بر دال بھات ۔۔۔ فتد ہیبتے خوف من در جہات
بہ دزدم زرع سنان دو درا ۔۔۔ شگافم بہ خنجال تالید را
دریں دور ثانی رستم منم ۔۔۔ بتاسہ بگرز گراں بشکنم

بهنگام خشم و ترود تلاش | کنم غرق انگشت در دال لاش
من آن شهسوارم که روز نبرد | برآرم بیک مشت از چنبر گرد
چنان بگسلم رشتهٔ خام را | که سازم خجل رستم و سام را
من آنم اگر اسپ جولان کنم | چل خانهٔ موش ویران کنم
چتر سازم از خنجر آبدار | به حلوا و خیرات در وقت کار
اگر برکشم تیغ تدبیر را | ببرم سر شیر تصویر را
تهمتن منم گر کشم تیغ خشم | تراشم به و ضرب یک موی پشم
نه آنم که بگریزم از گورخر | برگوزش کنم سینه خود سپر
به نام و نشان جعفر دردمند | چو گوز خر آوازهٔ من بلند
اگر بشنود شوم آواز من | کنم نزع زا و ار دساز من
فتد لرزه از من در اندام شوم | کنم زهر پیوسته در کام شوم
سر مسکان بر سر دار به | به بردار به ملک و رغار به
بترسد دل شوم از شاعران | چو از باز و شاهین دل طایران
چو بینند مرا شوم تهر تهر کنند | چو از گربه هر خیکه کرد کرد کنند
اگر بنگرد صورت من گربه | بگریزد چو از کودکان زاغ و بل

بیا جعفر این قصه کوتاه کن
بسمت جناب سخی راه کن

ورغنیمت شمردن زندگی

جعفر به بوستان جهان دم غنیمت است | شادی نصیب گر نشود غم غنیمت است

چون لال رونی آمده فرمان کردگار گر بشتر بهم رسد کم غنیمت است
در خانهٔ که صوت زن جنگ جو بود زان خانه محنت سفر و رم غنیمت است
گر جشن هر دو عید نباشد مرا نصیب زان گریه‌های ماه محرم غنیمت است
قالین و سوزنی نبود گر میسرت پارینه کهنه بستر جاجم غنیمت است
گر اتفاق دیدن در نیم نیست نظاره سوی دانهٔ شبنم غنیمت است
گر شیوهٔ گدائی و خواری طلب کنی پس نوکری شاه معظم غنیمت است
دو پیازهٔ کباب نباشد اگر ترا زان ساگ خام بهجیهٔ شلغم غنیمت است
تربوز و خربوزه نبود گر میسرت یک سیر بهانک کهیرا بالم غنیمت است

جعفر بیا به کنج قناعت نشیں به صبر
تلکے کنی که اینم و آنم غنیمت است

جعفر ابر سر عروس جهان چند پاپوش و چند کتکه بزن
زانکه این باکسے نکرد وفا بر همه نقد و جنس ٹلمه بزن

جعفرا زاغ بهتر است از تو که دم صبح می شود بیدار
خفتن صبح نور می کاهد عشرت آرد خدا شود بیزار

سه‌ده اندر خانه با حسن و نزاکت چون پری دل بسر گشت دارد از ره رامشگری
لیکن از ناداری خود بر نمی آید بلے عصمت بی بی سبب باشد ورا بے چادری

جوانی بگذرد در عسرت حال به پیری پیش آید دولت و مال
به نزد جعفر مسکین سخندان بدان ماند که بوسه بعد انزال

زدن طعنه بر مغلان ناروا است شه بد گفتنی نامیان را بجا است

بزرگان نکو گفته اند این مثل — خطای بزرگان گرفتن خطاست

منم باز اینان یکی رنگ و دمساز — منم با مغلمان همرنگ و همراز

بلی بہت این مثل بر حسب عالم — کند همجنس با همجنس پرواز

جعفرا شکر کن که در عالم — جا بجا نام تو زٹلی شد

شهرت مرد بهتر از هر قسم — هر که گم نام زیست تلی شد

جعفرا هر کرا است قوت باه — گر کند چار زن روا باشد

در نبا تو نے کند یک زن — بیش زن خوار برملا باشد

تاریخ

سکه زد بر گندم و موٹھ و مٹر — بادشاه تسمه کش فرخ سیر

ٹھکرا لگا دیوار کو جعفر کہ اب کیا کیجیے — خطرہ پڑا بازار کو جعفر کہ اب کیا کیجیے

گھوڑا تو تیرا لنگ ہے کوئی نہ تیرے سنگ ہے — چلنا پڑا بازار کو جعفر کہ اب کیا کیجیے

ناز

آپ کا اسم گرامی سید حسین ہے۔ رائے بریلی کے مضافات کے رہنے والے ہیں۔ عربی۔ فارسی انگریزی ہندی۔ اُردو کے جاننے والے ہیں۔ طبیعت میں بے حد ظرافت ہے۔ اور پڑھنے میں اور بھی لطف آتا ہے کہ کیسا ہی مضحک شعر ہو مگر بدقسمتی سے آپکو ہنسی نہیں آتی۔

ہزاروں اور اچھی اچھی چیزیں ہیں زمانہ میں — یہ مگر اس بیوقوف دوجہاں کو دل پسند آیا
اسی ٹٹی کے پیچھے کھیلتے ہیں یہ شکار اکثر — جناب شیخ کو انداز ربنا ل پسند آیا
ہماری گردشِ قسمت دکھاتی ہے ہمیں نالے — فلاورمل کو بھی انداز پیپرمل پسند آیا

تیمم کرنے کے لئے پاس جو قابل آیا — پاؤ بھر ساتھ میں لیتا ہوا نقل آیا
فعل مفعول کی جبکہ پڑھی صرف کبیر — ساتھ مفعول کے پکڑا ہوا فاعل آیا
اب بلیڈر نہ کہو دو مجھے لیڈر کا خطاب — اب تو کھدر کا انگرکھا بھی سر اہل آیا
ایک دانہ بھی ہے اس قحط میں ملنا دشوار — شکر کر شکر کہ ہونٹوں پہ ترے تل آیا

مجنوں میاں نے ڈھیلا جو مارا گھما کر — لیلےٰ اُچک کے پردہ محمل میں رہ گئی

اُسے وہ قتل کر دیتا ہے جس نادان سے ملتا ہے — نسب معشوق کا میرے ہلاکو خاں سے ملتا ہے

سوالِ وصل پر انکو حیا آئی حجاب آیا — مگر منہ بھی بڑا ہی مسخرا تھا ہونٹ دابے آیا
حسینوں نے عجب غضب مچائی بزم رندانہ میں — لپک کر کھا گئے فوراً اگر کوئی کباب آیا

نزاکت کا غرور اچھا نہیں ہوتا ہے سن لیجے — بگڑ کر ٹھونک دونگا میں اگر مجھکو عتاب آیا
جوانی میں ہر اک صورت حسین معلوم ہوتی ہے — دلہن بنجائیگی جسدن گدھی پر بھی شباب آیا

سوز دل سے میں چراغ بزم ساقی ہو گیا — رات بھر جلتا رہا اور صبح ٹھنڈی ہو گیا
ہو لیا سالہ میں بھی اک تذکیر او رتانیث کا — رات بھر مرغا رہا اور صبح مرغی ہو گیا
اُس مس کمسن کے رُخ پر دی جو تو کی چپت — وہ لگی کہنے کہ او دل کیا نوابی ہو گیا
کل جو گڑیاں کھیلیں انسے لطف حاصل ہو گیا — دوسری بھاوج بنے میں انکی بھابی ہو گیا
اب اُنھیں یہ فکر ہے اسپر کریں کیونکر ستم — اتفاقاً جوتہ کھانے کا میں عادی ہو گیا
اُس بت کمسن نے ڈالی ناک میں جسکی نکیل — اونٹ ہو وہ یا کہ عاشق ہو بلاتی ہو گیا
دیکھیں کیونکر کہیں اب اُس بت بے پیر سے — وہ ابھی بے پیر ہے اور میرا شادی ہو گیا

اسلحہ کی بہار ہے اب ردّے یار میں — کمر کھ لگی ہو جیسے کسی سبزہ زار میں
لیلےٰ کے قافلہ میں عجب اہتمام ہے — مجنوں میاں ہیں اونٹوں کی اگلی قطار میں
مت جاؤ فاتحہ کے لئے قبر غیر پر — ٹانگیں پکڑ کے کھینچ ہی لیگا مزار میں
لیلےٰ کے ساربان کے نشتر غمزے دیکھئے — مجنوں میاں کے کان بندھے ہیں مہار میں
معلوم ہو گیا سبب اضطراب بھی — وہ کوٹتے ہیں مسیکے دل بیقرار میں
دعوت کے ساتھ ہی مری انسلٹ بھی ہو گئی — بینگن کے چھلکے ڈالے ہیں اُسنے بگھار میں

بیری پہ بیر کھائے وہ ماہرو بچارا — بندر سے ہے زیادہ وہ خوش گلو بچارا
ملتا تو صرف تم سے شیک ہینڈ مانگتا ہو — ہم سے چپٹنا کراتی کیا آرزو بچارا
کسطرح سے عبادت اب ہو سکے گی واعظ — دیکھا اُسے تو ٹوٹا فوراً وضو بچارا

زاہد کا بھی بڑھاپا اچھا رہا بچپن میں — کچھ فرق ہی نہیں ہے داڑھی میں اور دُم میں

سب چار بگڑے تو بھاگے وصل کی شب — کیا سحر تھا آگئی ٹن ٹن ٹنا ٹنن میں
دشمنی کے لیے تیار ہے، بلی والا — کیوں بنایا ہمیں اللہ نے مرغی والا
لقا نادان ہے کمبخت سمجھتا ہی نہیں — تو ندکر کہتا ہے اک لوٹا ہو ٹونٹی والا
شب غم کی تیرگی میں یہ کہا کیا میں شب بھر — ڈبیا دیا سلائی فریاد رس الٰہی
بات دل احمق بنانے میں سحر مشغول ہیں — آپ ہیں پورے بلندی پہ چڑے غول ہیں
کیا قلندر رہ گیا میں کیا مچھندر رہ گیا — ریچھ پہلے رکھتا تھا اب ایک بندر رہ گیا
لیکے منڈی سے دیا پورا مجھے اچھر کا — عاشقوں سے کام وہ لینے لگے مزدور کا
وہ بیوفا ہے۔ مگر کتنا خاندانی ہے — کہ باپ بھشتی ہے ماں اسکی مہترانی ہے
اگرچہ اور بھی غم ہیں ہزار ہا مجھکو — شب فراق مگر سب غموں کی نانی ہے
ہر اک لچک میں ہو مضمحل جوش شباب — کھنچی ہوئی بت سفاک کی کمانی ہے
یہ کسکے غم میں بنے سوگوار ہم اختر — کہ سر کھلا ہوا ہے ساری آسمانی ہے
چڑھتے ہیں دیکھو ہزاروں اسکے اوپر رات دن — وہ بت بد خو مزار شیخ سدو ہو گیا
جب سے دشمن نے پڑھائیں پٹیاں اس شوخ کو — سچ تو یہ ہے میں تو بلبل سے اب الو ہو گیا
یہ ضعف کا عالم ہے کہ ہوں کہہ نہیں سکتا — مرغا ہوں مگر ککڑوں کوں کہہ نہیں سکتا
پیرزن نے جب سنائی مرگ شیریں کی خبر — کوہکن کی یہ خبر سنتے ہی نانی مر گئی
ہائے قسمت کب ہوا ہے وہ بت بد خو جوان — جبکہ میری نوبت جوش جوانی مر گئی
حاضری میں مل گئے کچھ شیرمال و پوریاں — شہر میں جب کوئی رنڈی خاندانی مر گئی
خیال ان کا رہتا ہے سر پر سوار — اسی سے وہ مجھکو گدھا جانتے ہیں
سحر اٹھتے ہی آہ کرتے ہیں روز — ترے غم کو ہم ناشتا جانتے ہیں

ہے معشوق میرا جو مجھ سے بڑا — اسے لوگ میری دوا جانتے ہیں
محبت اسکو کہتے ہیں محبت ایسی ہوتی ہے — جو لوں کو تیرے پاپائے کی ہم کشش سمجھ
بلاتے بھی ہیں اور پھر بزم سے مجھکو بھگا دیتے ہیں — مجھے رہنے کو بھی اب مری غرض
اسی سے آگ لگتی ہے ہمارے جسم او جلتے ہیں — زری گرمی بالفت کو چمک آتش
غرض یہ ہر کر تیر ہر طرح سے جان لیتے ہیں — نہ ہم دانش سمجھتے ہیں نہ ہم کاہش سمجھ

ثابے میں مجھکو بتلایا جگہ یار نے — گر زنا سمجھ کے. ہم نے بھی شب بھر لگا
کی بال بال خرچ ستمگر کے سامنے — ہو مجیں سنڈا میں اس بت نے

پھرتے ہوئے ترے در پہ پڑے ہے — جس بات پہ اٹھے ہم اسی پہ اڑے
جوش جنوں میں باندھ کے اسکے ہاتھ پاؤں — کھینچنے سے وہ بندھے ہوئے تھے
اسکے خرام ناز نے کیں لاکھ تیرو خیال — مرتے جہاں گرے تھے وہیں پہ گرے
فرمائشیں میں جورو کی کرتا ہوں پوری سب — گھنگرو تو لائے ہیں تو اب چڑھے
آزاد کیا ہے رنڈیوں نے — جورو کا غلام ہو گیا ہوں
پروا نہیں ہے اطلس و کمخواب کی مجھے — کیا چیز ہے یہ میری رزنا کے سیا
سیلے نے سب سہیلیوں کو حکم دے دیا — کوئی نہ کچھ کہے مری منا کے سیا
عشرت ہے ایک مجھکو تو غم ہیں ہزار ہا — تولہ بھی کوئی چیز ہے دھنیا کے سیا
در، پھر رہا ہوں اس بت کافر کے آس پاس — پھرتا ہے بچھڑا جیسے کہ گئیا کے سا
اس طرح داڑھی آپ کے شبنہ کے قریب ہو — سبزہ اگا ہو جیسے کہ دھنیا کے سا
جب سے یہ کچھ فارسی پڑھی ہے — اس روز سے تیل بیچتا ہوں
عاشق ہوں شباب یار پر میں — بازار میں بیل بیچتا ہوں

ہے محل یار جو تصور میں ۔۔۔ اونٹوں کی نکیل کھینچتا ہوں

بلایا اُسنے مجھ کو محفل مولود میں ۔۔۔ میں مجرا لایا ڈھالنے چند ہنڈیاں کھیر کی

ے بھائی کیے پیارے ساتھ میری ماں کا دودھ ۔۔۔ کیوں بہن کے واسطے ترکیب ہے ہمشیر کی

نغ نامعقول کہتے ہیں مجھے لے نا آزدہ ۔۔۔ جب سے مسہل پی ہے صورت تمکنا نہیں انکی

آنکھوں پہ کر ہمیں رنج میں کیا کیا اُٹھے ناز ۔۔۔ یہی کیا کم ہے کہ کل رات کو روٹی نہ ملی

ست محل رات میں بیٹھا تھا کہ در آ پہونچی ۔۔۔ میں نے ڈھونڈی بھی مگر مجھ کو لنگوٹی نہ ملی

سر منڈا کر ہاتھ میں تسبیح لیکر رات ناز ۔۔۔ جانب بتخانہ جب پہونچے تو پٹوائے گئے

ٹلتی ہی نہیں عادت مری محبوب بھٹیاری ۔۔۔ وہی کدو کا سالن تھا دیتی بیگن کی ترکاری

بہت بیتاب تھی دل میں مرے طاقت جلنی کی ۔۔۔ ملی بیت الخلا میں رات لڑکی مہترانی کی

تری خاموشیوں نے تجھ کو نخروں سے گرایا ہو ۔۔۔ ادا میں تجھ سے اچھی ہو ابھی تک تیری ننکی

سر میدان الفت عاشقوں کے خون پی پی کر ۔۔۔ نماٹر بنگیا ہے یا چقندر چوٹی والا

بھلی جاڑے کے موسم میں لنگوٹی تک نہیں ملتی ۔۔۔ وہاں پہنے ہوئے پھرتا ہے چسٹر چوٹی والا

جو ہم خوشی سے کسی روز سر منڈاتے ہیں ۔۔۔ تو کیا غضب ہے وہ آکر چپت لگاتے ہیں

چناں

چناں مرحوم لکھنؤ کے نہایت مشاہیر شعرا میں سے تھے۔ انکا اصلی کلام انکے اصلی تخلص کے ساتھ شائع ہو کر جا بجا پھیل چکا ہے۔ چونکہ مرحوم نے اپنے اس قسم کے کلام پر کبھی افتخار نہیں کیا۔ اور ہمیشہ اپنے اصلی نام کے ساتھ اس کلام کو مشہور نہیں ہونے دیا۔ اور تا صبح حیات اس کلام کو تفنن طبع سمجھا اسلئے ہم بھی نام ظاہر کرنا نامناسب سمجھتے ہیں۔ صرف کلام ملاحظہ فرمائیے۔ اور انظرانی ماحول مختلف سن و سال کو مد نظر رکھیے۔

اثر تھا بارِ غمِ ہجرِ یار بر فن کا ۔ مرے پلنگ کا کھٹمل تُلا کئی من کا
یہ نامہ بر ہے پتا سمجھ کر یار پر فن کا کہ آم اُسکے در پہ لگا ہے درخت مسکین کا
گلے میں ڈالدے میرے بھی عشق کا پٹا کہ میں نے دیکھ لیا طوق تیری گردن کا
دھواں نکلتا ہے ہر بار ساتھ نالے کے نہ کیوں گماں ہو دلِ سوختہ پہ انجن کا
کرو علاج اگر سر میں بال خورا ہے، لگاؤ تیل ہمارے چراغ مدفن کا
بڑھی ہے صدمۂ فرقت سے اتنی زوری چبا رہا ہوں دہانہ تمہاری توسن کا
وہ آج قبر کو کھدوا کے لیگیا تختے نشاں مٹا گیا سب حرم میرے مدفن کا

دعا چناں کی یہ ہے اُس کا منہ نہ مڑے یارب
چراغ آکے جو پھونکے ہمارے مدفن کا

ٹپکتی ہے جو نقالت بھی سخن سے گرانی بھی کھلی ہوں باغ جنت کا دستو پلانا رضواں کا
شہیدان وفا سب چیونٹیوں کی طرح لپٹیں گے نہ کیجیے گا ارادہ بھول کر گور غریباں کا
دل عشاق کا کیوں اسقدر لٹو نچاتے ہو — کھلا جاتا ہے بل ایجان تمھاری زلف پر فن کا
چناں صاحب تجاہل سے تو اخلاص تغافل ہے پتلو شوار ہو اب ذرہ جھک گریباں کا

دیکھنا پھر تو بکے گی ڈھیلے ڈھیلے عندلیب　　　اور انڈے چھو نچ میں دو دو ڈھیلے عندلیب
یہ بڑی ہے اُنکے ٹٹو کی نزاکت باغ میں　　　چال چلتا ہے جو پیچھے سے ڈھکیلے عندلیب
آئی ہے فصلِ خزاں پکنے کو ہیں برگد کے پھول　　　دیکھنا ہو جائینگے کوول کے ریلے عندلیب
بلو نے بند ہوا دیا چمن سے ٹٹو باغ میں　　　ہو گئی تیار کھا کھا کر بہیلے عندلیب

اے چناں ہرگز نہ اُسکے آشیاں کو دیکھنا
آج پنجوں میں لئے بیٹھی ہے ڈھیلے عندلیب

نہ تو اچھے ہیں نہ بیمار رہیں آپ　　　نہ ہیں اسپار نہ اُسپار رہیں آپ
پہلے تھے آپ نہایت لاغر　　　اب تو بھیجے کہیں تیار رہیں آپ
دیجئے ہاتھ سے اپنے نہ شراب　　　نہ کہے کوئی کہ کلوار رہیں آپ

جب سے دل لیگئے کہتا ہوں چناں
بڑے عیار ہیں مکار رہیں آپ

شاید کھلی نہ آنکھ ہماری تمام رات　　　در پر رہی کسی کی سواری تمام رات
گائی جو آ گئے اُن کے کہار رہی تمام رات　　　ڈھولک بجا کے ہمنے گذاری تمام رات
وہ آئے شام کو تو میں نا چار چھپ رہا　　　مانگا کئے کہار کہار رہی تمام رات
سا جھا کر دے سحر کو جو لیموں نچوڑ کے　　　تو ہم پکائیں آج نہاری تمام رات

پھر بھی نہ قطع نخل محبت ہوا چناں
اُسے چلائی زور سے آری تمام رات

وہ بیروں بات کر سکتے نہیں سو چہرہ ہے میں　　　ہوئے پھر کس طرح مشہور خوش گفتار کیا باعث
نہیں تھیں تمہیں سرخ مرچیں گر بری تلوار کے پھل میں　　　تو کیوں منہ کھولتے ہیں زخم دامندار کیا باعث

چلو نخاس میں بیچو رساول لیکے ہانڈی میں
چناں بیٹھے ہوئے ہو گھر میں کیوں بیکار کیا باعث

روٹی نہ ملے گی جو ہوا مجھکو خلل آج — اللہ کرے خیر کہ کھایا ہے کٹھل آج
گر یار کہے گا مری محفل سے نکل آج — کہدوں گا کہ گھر تک مرے پہنچا بیکو مل آج
کل یار کے گھر جاؤں گا کونڈوں کا ہے وعدہ — کھانے کے لئے بھوک کے لیتا ہوں عمل آج

اے واہ چناں واہ چناں واہ چناں واہ
واللہ کہ بے مثل کہی تو نے غزل آج

اس حور کو پسند ہے لنگور کی طرح — منقار زاغ میں ہو لبیں انگور کی طرح
صحرائے عشق میں نہیں مجھ سا شکستہ پا — منزل تمام کرتا ہوں تیمور کی طرح
بگلے کی طرح عشق میں جیرا سفید ہے — چلنے لگا ہوں چال انیفور کی طرح
دیوار یار مینہ نے گرائی ہے دوستو — اینٹیں اٹھا رہا ہوں میں مزدور کی طرح
باتیں کریں گے آکے بلندی پہ آپ سے — کنڈوں کے ڈھیر کر رہے ہیں طور کی طرح

دیکھا نہ ماکیان چناں کو کبھی کڑک
بیضے دئے گئی وہ انیفور کی طرح

راضی ہوں سر کا درد ہو یا ہو جگر کا درد — سب سے جھکوں نہ مجھے جو خدا دے کمر کا درد
کس کس کے باندھ شام سے پتے ارنڈ کے — جاتا رہیگا صبح کے ہوتے ہی سر کا درد
میرا خیال ایک فقط آپ کو نہیں — حیوان میں بھی ہوتا ہے مادہ کو نر کا درد
پٹی پکڑ کے اس نے جو کھینچی تھی اے چناں — اک عمر اے چناں نہ گیا میرے سر کا درد
مرغوں سے اے دل سو مجھی ہیں انکی ڈاڑھین — ہے آشکار لطف کہسار منہ کے اندر

دریا کی طرح جاری ہر وقت ہے رطوبت
کیا موجزن ہے بحرِ خارِ لحمت کے اندر

چونے سے پڑ گئے ہیں یوں اُنکے منہ میں چھالے
پھولا ہوا ہے گویا گلزار ثمت کے اندر

پانوں کے نام سے وہ پہونچا رہے ہیں چونا
تیار ہو رہی ہے دیوار مُنت کے اندر

آب باراں لئے جناں ہیں جتنے بادل کے پاس
سنتے ہیں اتنا لہو ہے پیٹ میں کھٹمل کے پاس

مرتبہ جتنا ہے جسکا وہ کبھی گھٹتا نہیں
کیوں دوشالہ اپنا رکھتے ہو سرِ کمل کے پاس

یار کے رخ پہ مخطط کے عوض یکجز خال ہیں
آج آبادی نظر آئی مجھے جنگل کے پاس

پھر رہے ہیں لوگ ہر سو ہے جو دلبر کی تلاش
بیٹھکر گھر میں جناں کرتے ہیں نوکر کی تلاش

اصفہاں جاتا ہوں آتا ہوں کبھی ایران کو
ہے جو مجھکو ایک شیرازی کبوتر کی تلاش

روئی بھی میں لیچکا ہوں دال و ابرا بھی ملی
رہ گئی ہے بس فقط اب گوشت استر کی تلاش

کھینچتا ہے کہاں ہاتھی کی جناں گہ اونٹ کی
ہے جو منظور نظر کچھ دن سے لنبر کی تلاش

جو بناتے تھے مکان یار خاص
مر گئے افسوس وہ معمار خاص

قصر تن کی بھی مرمت چاہیے
کچھ بنانا چاہئیں اوزار خاص

دوسرے خیاط کی کیا جان ہے
سی نہیں سکتا ترا شلوار خاص

ہو چکی تھی ختم غیر شاعری
ہے جناں سے گرم یہ بازار خاص

کمروں سے کچھ غرض ہو نہ دالان سے غرض
ہے وحشیوں کو آپ کے میدان سے غرض

مطلب ہے ہمکو یار سے نتھ بالیوں سے کیا
کچھ ناک سے غرض ہو نہ کچھ کان سے غرض

گونگے کو کچھ بھی خوف نہیں ہے گناہ کا
لاحول سے غرض ہے نہ شیطان سے غرض

بانٹیں لگے تبروں میں وہ حصے نکال کے　　کشتی نہ چاہئے ہے نہ کچھ خوان سے غرض

کھُد جائے گھر صنم کا چتاں گر تو خوب ہے
وحشی ہیں ہم ہمیں تو ہے میدان سے غرض

ممکن ہے بھلا آپ کی فرقت میں کہاں ضبط　　کھنچ آئیں سب آنتیں ہیں کروں گرچہ فغاں ضبط
گر جنس محبت کے خریدار نہ ہوں گے　　ہو جائے گی ساری دل مضطر کی دکاں ضبط
جسطرح سے چھینے گئے ہتھیار سبھوں کے　　ہو جائے الٰہی ترے ابرو کی کماں ضبط

ہے مملکت دل پہ تو اس شوخ کا قبضہ
ڈرتا ہوں نہ ہو جاؤں کہیں میں بھی یہاں ضبط

آتی ہے فصل محرم جاؤ گھر گھر مانگنے　　پر جلاؤ میری تربت پہ جہاں سے پاؤ شمع
دل کی چربی لو ہمارے اور رشتہ زیست کا　　دوستو یوں اسکی محفل کے لئے بنواؤ شمع

چیچک کے نہیں چرخ کے بندہ پہ عیاں داغ　　یہ سب ہیں ستارے جنہیں سمجھے ہو جہاں داغ
کس جرم پہ جلتی ہوئی لکڑی مجھے ماری　　دکھلا تو لگا ہے تری پھلجھڑی میں کہاں داغ
دل بھنا کیسا مری جاں لیٹ گیا ہے　　اسدرجہ ہوا ہے تری فرقت کا گراں داغ
مبروص وہ شاید مجھے مشہور کرینگے　　مل دیتے ہیں چونا میں دکھاتا ہوں جہاں داغ

فرقت میں بھی جلتے ہیں ترے وصل میں بھی ہم
المختصر اے یار جنیں داغ جناں داغ

انگلیاں ساقی دکھاتا ہے کہ دونوں پھوڑ دوں　　آنکھ اٹھا کر دیکھ لیتا ہوں جو ساغر کیطرف
عید کے دن یوں گلے لپٹا وہ مجھسے دوڑ کر　　جسطرح باز آتا ہے کبوتر کی طرف
بیستوں پر ایک بورا لے کے بیٹھا ہے کوہکن　　ہے جو وہ شیریں تو خود آئیگی شکر کیطرف

میں جو ہوں تپنے ہوسے کشتۂ بیماری ہم ہیں
ہاتھ رہ رہ کر بڑھاتا ہے چھالا سر کی طرف

گھیرے رہتے ہیں گھر کو ترے بخبر عاشق   بیٹھے رہتے ہیں شام سے بیدار عاشق
ہنسنے میں غرض سب کو جو دھڑکن کی شکایت   گھبرائیں نہ کیونکر جو حرق نیلوفر عاشق
عاشق کا چھنال عین غزل بھر میں ندارد
معشوق کو دیتے ہیں اسطرح سر عاشق

یا ندیدہ جانتے ہیں مجھکو یا وہ نظر سر   فصل سے نوشی میں کہتے ہیں کہ سلفہ لگے
شب کا یا ایذا رساں ہے دن کا وہ ایذا رساں   ہوں الگ بے چین میں کھٹمل سے مچھر سے الگ
چیختا ہوں تو دباتا ہے وہ لیزم سے گلا   چپ رہوں تو کوٹتا ہے مجھکو مگدر سے الگ
رات بھر بجاتی ہیں کھڑ بڑ ٹوٹتی ہیں رسیاں
کے چھنال مادہ کو بندھوانے نہیں نر سے الگ

تیری آمد سے کچھ ایسی ہوئی الجل قاتل   گر گئی بھاگنے میں جیب سے مخمل قاتل
سنتے ہیں بال کو کم کاٹتی ہے تیغ اصیل   اس سے ہم پھرتے ہیں اوڑھے ہوئے کمل قاتل
تھا زمانہ کہ کبھی تیغ بکف رہتا تھا   ہاتھ میں اب تو لئے پھرتا ہے موسل قاتل
نام سے تیرے کے لرزتا ہے دل عالم کیوں   خواب میں تونے تو مارا نہیں کھٹمل قاتل
قبلہ رو دیکھ تو لیٹا ہوا ہے کیسا چھنال
ذبح کر بہر خدا اس کو معجل قاتل

تھک گئے ہیں لپٹنے میں ہار ہم   کب سے بیٹھے ہیں پس دیوار ہم
قتل کا جو خوف تھا جاتا رہا   کل خرید لائے تری تلوار ہم

رکھ کے سکے ہیں ہتھیلی پہ سطح
بیچتے ہیں یہ ذرِ شہسوار ہم

رات کالی چمکے جگنو کی طرح
دو رہے اُس پار اور اِس پار ہم

قصرِ دل کی بجھ مرمت کا ہے یہ
مول لینے جاتے ہیں اوزار ہم

تارِ گیسو بھی نہ ٹوٹے ہاتھ سے
لے چناں ایسے ہوئے ہیں نزار ہم

پھر انھیں نزلہ ہوا اس سال میں
ناک پھر بہنے لگی رومال میں

ہو اگر فرہاد کو شیریں کا عشق
ڈال لے شکر چنے کی دال میں

ہو رہا ہے پکنک اس میں جام شراب
چھلکے چھولا ڈالے لئے کچنال میں

دانت جب ٹوٹے تو پھر پاپڑ کہاں
کھا لیے روٹی بھگو کر دال میں

چھپ کے آیا ہے رقیبِ روسیاہ
کچھ نہ کچھ ہے آج کالا دال میں

آج یوں وعدہ ہوا ہے وصل کا
رات کو آنا مری سسرال میں

سب سے پہلے فرہاد شیریں کا پتہ
چیونٹیاں لپٹی ہوئی تھیں کھال میں

اب چلیں بیگم جواں ہیں لے چناں
اپنی شادی کیجئے اس سال میں

دن کو تارے دیکھ لیتا ہوں سدا
سوجھتا ہے پر بہت کم رات کو

اُن کا بھی مارنے کا ہے گماں
ہم کیا کرتے ہیں ماتم رات کو

بے سبب سانس کتنی بھری
پڑھ رہا تھا یار کا دم رات کو

چڑھ کے گاڑی پر وہ آئے میرے گھر
باندھ کر ڈنڈا ہو اے ہم رات کو

نیند میں مدہوش ہوتے ہیں چناں
بات کرتے ہیں بہت کم رات کو

اسقدر بالیدہ رگ رگ ہوا تن بدن   سینہ کے پانک ہو گئے ہم آئینہ
میری مضحک شکل گر وہ دیکھتا   طاق سے گرتا دھما دھم آئینہ
جانتا ہوں دیکھ کر میلا غلاف   کھا گیا ہے پیس کر سسم آئینہ
شکل حوا کی نظر آنے لگی   کیوں لگا یا قصہ آدم آئینہ
یہ مجنوں پوچھتا تھا ساربان سے   میاں یہ اونٹ تم لائے کہاں سے
یہ بلبل کہہ رہی ہے باغباں سے   کہ اب گرتے ہیں انڈے آشیاں سے
تناکنگھی کی تیری گر گر کر دل میں   جوئیں جھڑنے لگیں لاکھوں نہ بال سے
طلوع مہر پر کہتا تھا یہ قیس   مری لیلےٰ نے جھانکا آسماں سے
تہ و بالا ہوئے جب تو کھلا حال   زمیں چت ہو گئی ہے آسماں سے
ہے اُسکے در پہ سب بانکوں کا مجمع   پٹے گی آج لاٹھی پاسباں سے

گل بلبل کو جو لا کر چڑھائے
یہ آتی ہے صدا قبر خزاں سے

شب فرقت سے کہیں روز وصال اچھا ہو   بیچ پہ ہو ماش کی روٹی سے نہال اچھا ہے
جسکے چھ جائے لہو بند نہ ہو لے صیاد   تیر کے ترچھے مرے مونچھ کا بال اچھا ہے
جان عشاق کی. لیتی ہے تپ صفراوی   ترمچ کے وقت تو آلو کا زلال اچھا ہے

اے چاک وہ ابھی سن لیں تو نکالیں آنکھیں
گر کہوں آپ کی بکری سے غزال اچھا ہے

ریاض

میں پرانا ہوں ترا چاہنے والا اے دوست — وہ بھی جلوے مری نظروں میں ہیں جب طور نہ تھا
شوق سے میں نے رہِ عشق میں کاٹے ہیں پہاڑ — کوہ کن ہو تو ہو میں تو کوئی مزدور نہ تھا

نہ آیا ہمیں عشق کرنا نہ آیا — مرے عمر بھر اور مرنا نہ آیا
سنا کر وہ کہتے ہیں کس بھولے پن سے — ہمیں وعدہ کر کے مکرنا نہ آیا

ریاض ایسی دیوانگی روز محشر
ارے چھوڑ کم بخت دامن کسی کا

مے چرانے میں ہمیں ہے یہ طریقہ کیسا — ہم اڑا لائے سبو آج اچھوتا کیسا
جائیے جائیے ہم حشر پہ سنتے کے نہیں — آئیے آئیے اب وعدۂ فردا کیسا
حشر کے روز امنڈ آئی ہے ساری دنیا — دیکھنا یہ ہے کہ ہوتا ہے تماشا کیسا
قرض لایا ہے کوئی بھیس بدل کر شاید — مے فروشوں کو ہے واعظ سے تقاضا کیسا

کعبہ سنتے ہیں کہ ہے گھر بڑے داتا کا ریاض
زندگی ہے تو فقیروں کا بھی پھیرا ہوگا

صدقے صبح وصل کے شکوہ مرا جاتا رہا — اُن کا شکوہ رہ گیا، میرا گلا جاتا رہا
دست شفقت اس طرح اک رند نے پھیرا ریاض
بیٹھ کر یاد خدا میں جھومنا جاتا رہا

میں دست شوق پیار سے گردن میں ڈالدوں — کہتے ہیں وہ گلے کا مرے ہار کیا ہوا

شوخی سے ہر شگوفہ کے ٹکڑے اُڑا دیے — جس غنچہ پر نگاہ پڑی دل بنا دیا

یہاں وہ سے ہوئی آ کر کہ آ گئی توبہ — ہم سمجھتے تھے کہ محشر میں تماشا ہوگا

یہ دن ہی حشر کا، ہو کر رہے گا وہ جو ہونا ہے — ارے جھوٹے کچھ اب قول و قسم سے ہو نہیں سکتا

چھپ کے راتوں کو کہیں آپ نہ آئے نہ گئے — بے سبب نام ہوا آپ کا روشن کیسا
ہم نے دیکھے ہیں مقامات تجلّے اُنکے — طور کہتے ہیں کسے وادی ایمن کیسا
تو دہری جائیگی اس گھر سے جو نکلی کوئی بات — نگہ شوق یہ دیوار میں روزن کیسا
باغباں کام ہمیں کیا ہے وہ اُجڑے کہ رہے — جب ہمیں باغ سے نکلے تو نشیمن کیسا

ہنگام نزع گریہ یہاں بیکسی کا تھا — تم ہنس دیے یہ وقت بھلا کیا ہنسی کا تھا
مے چھین کر کسی سے جو پیتے تو تھا قصور — جب دام دے کے پی تو گنہ کیا کسی کا تھا
یہ اپنی وضع اور یہ دشنام میفروش — سنکر جو پی گئے یہ مزا مفلسی کا تھا

ہوش کسکو کون روکے جام مے — ساقیا لے ہم چلے ساغر گرا

جانے بھی میکدہ سے خانہ سے — خیر ہو گا لا شب تنہائی کا
پہلو سے یوں کوئی سر محفل نکل گیا — معلوم تم ہوا کہ مرا دل نکل گیا

چن چن کے آج شیخ نے انگور رکھا لئے — اب کیا رہا ہے تاک کا حاصل نکل گیا

میرے گھر قبل تبرک کے یہ ساماں نکلا — آستیں قیس کی فرہاد کا داماں نکلا

وہ مزے وصل کے وہ مینہ کا برسنا رم جھم — اُف رے برسات کی رُت ہائے رے برسات کی رات

میں نے چھیڑا تو کس ادا سے کہا — کچھ سُنو گے مری زباں سے آج

یہی داڑھی نے آبرو رکھ لی — قرض پی آئے اک دکاں سے آج

ترا اُٹھان ترقی کرے قیامت کی — ترا شباب بڑھے عمر جاوداں کی طرح

ا جواں ہونے نہ پائے تھے کہ دل آیا حسینوں پر — اجل یہ کتنی آئی کیا کروگے تم جواں ہوکر

کسی کوئی مُنہ چوم لے گا اس نہیں پر — شکن رہ جائے گی یونہی جبیں پر

لہو بیکس کا مقتل کی زمیں پر — نہ دامن پر نہ اُن کی آستیں پر

دن کو روزہ عید شب کو ہے عجب شغل ریاض — رات بھر پیتا ہے یہ مومسلماں آجکل

محشر میں حوریں جام بکف پائیں زاہد — اچھے رہے یہاں بھی تمہاری دعا سے ہم

جو آج وصل میں اسطرح چوسے جاتے ہیں — انہیں لبوں سے سنی ہے ہزار بار نہیں

جناب شیخ نے جب پی تو منہ بنا کے کہا — مزا بھی تلخ ہے کچھ بو بھی خوشگوار نہیں

حنا لگاکے پہونچتے ہیں گلرخوں میں ریاض، — کچھ ان کی ریش مبارک کا اعتبار نہیں

یہ حشر ہے کہ الٰہی کوئی عدالت ناز — کھڑے ہیں دیر سے ابتک کوئی پکار نہیں

یہ اُلجھے ہیں رندوں سے کیوں شیخ صاحب — بڑھاپے میں کیوں ڈاڑھی رنگوائے ہیں

اُسی لئے پیام وصل خود انکی زباں سے کہے ہیں — حیراں ہوں ایسے وقت بھی کہاں گئے ہیں

اُٹھے کبھی گھبرا کے تو میخانہ کو ہو آئے — پی آئے تو پھر بیٹھ رہے یاد خدا میں

کلیم جاکے جہاں اپنے ہوش کھو آئے — وہاں تو روز ہم آنکھیں لڑانے جاتے ہیں

چلے یہ کہہ کے بجھانے وہ شمع تربت کو — کسی کے دل کی لگی کو بجھانے جاتے ہیں

اک ٹیپ ماری زور سے زاہد کے اے ریاض — اب ہاتھ مل رہا ہوں کہ اچھی پڑی نہیں

مسا ریاض اک چلبلا سا دل ہو ہم ہوں — حسینوں کی بھری محفل ہو ہم ہوں

بوتل کا کاگ زور میں تو یہ گولے اڑا — ہم گلچلوں کے ہاتھ کی گولی رکی نہیں

ہم جانتے ہیں لطف تقاضائے مے فروش — وہ نقد میں کہاں جو مزا ہے ادھار میں

صدقہ تمہارے ہونٹوں کے جینے ہنسی نہیں — اس ضبط کے نثار کہیں گدگدی نہیں کر

تمہارے کوچہ میں آئیں ہیں قیامت ہے — کہاں یہ لوگ لحد سے نکل کے جاتے ہیں

کرینگے کیا نہ کرینگے جو مے سے ہم توبہ — کہ اب دکان سے ملتی ادھار بھی تو نہیں

نزع میں یار سے پیمان وفا کرتے ہیں — اس دغاباز سے ہم آج دغا کرتے ہیں

بت اپنے آپ کو کیا جانے کیا سمجھتے ہیں — خدا کی مار سمجھ پر خدا سمجھتے ہیں

کبھی پی لی تو پی لی اب نہیں اسکی بھی کچھ پروا — الگ گوشہ میں ہم بیٹھے خدا کی یاد کرتے ہیں

ہائے سبزی میں وہ سیہ بوتل — کبھی ایسی گھٹا اٹھی ہی نہیں

شیخ صاحب کیا چھپا کر لیچلے رومال میں — کچھ نہ کچھ حصہ ہے یاروں کا بھی اس مال میں

ہے ریاض آپ بھی پیتے ہیں باریش سفید — ہائے نور کی شکل اور سیہ کاروں میں

ہم بند کئے آنکھ تصور میں پڑے ہیں — ایسے میں کوئی چھم سے جو آجائے تو کیا ہو

کیا جام دیا ہے مجھے کیا جام دیا ہے — ساقی کا بھلا ہو مرے ساقی کا بھلا ہو

داد خواہ ہوں میں دم حشر جو دیکھا ہے ریاض — پیار سے پوچھتے ہیں بھول گئے تم مجھ کو

اے شیخ تو چرا کے پیئے جب کبھی پئے — تیری طرح کسی کی نہ نیت خراب ہو

چلتے ہیں جب ریاض تو کچھ جھومتے ہوئے — جیسے پیئے ہوئے کوئی مست شراب ہو

گلا بیٹھا ہوا حضرت اذاں کی اور کعبہ میں   بجنے کو میں دبا لایا تھا ناقوس برہمن کو
مے میں دوبا نامۂ اعمال کا ہر حرف ہو   رنگ وہ آئے کہ صدقہ سرخی شنجرف ہو
پاک طینت رندی کر مجھ کو پہونچائیں ثواب   میری پونجی نیک کاموں میں الٰہی صرف ہو
اٹھو آؤ میکدے سے دو ساغر ریاض جلد   آئے ہیں اک بزرگ پرانے خیال کے
چمن سے شیخ بھی الشکر کنا جو آئے   ہم آئے پینے کو اور وہ پئے وضو آئے
دلائے یاد جو وعدے تو بولے جھنجھلا کر   یہ ادھر حشر میں لینے کو آبرو آئے
کھلیں نہ قبر میں جنت کی کھڑکیاں رندو   دماغ میں جو بسی ہے اسی کی بو آئے

ریاض آئے تو لوگوں نے میکدہ میں کہا
کہاں یہ آج بزرگ فرشتہ خو آئے

آئی بھی خم ابر سے تو آئی ہے پانی   اب اونچی دکانوں سے بھی اچھی نہیں آتی
ہماری نظر حشر میں شیخ پر تھی   وہ سر پہ لئے حوض کوثر نہ نکلے
ہمیں چاٹ کوثر کی دی واعظوں نے   ملے ہمکو پیر مغاں کیسے کیسے
اہل حرم میں آج بنا جا کے شیخ وقت   کافر ریاض پیر کلیسا کہیں جسے
آئے میخانہ میں جب مسجد جامع سے ریاض   ساتھ ہی آپ کے قبلہ سے گھٹا بھی آئی
خم مسجد میں مے ناب بھریں جاڑوں میں   ٹھنڈے پانی سے وضو کرکے ٹھٹھرنے والے
واعظا انگور میں ہے دختر رز روبہ نقاب   آنکھیں بھر میں جو ادھر تاک لگائے کوئی
بھرے خم ہم کیا کرتے تھے خالی اب یہی ہم ہیں   بھری محفل میں خالی ہو کے ہم تک جام آتا ہے
ہمارا عیب کھلتا ہے نہ کھلتی ہے چھپی بوتل   ہمارے کام کیا کیا جامۂ احرام آتا ہے
اس طرح کہ گھنگرو کوئی چھاگل کا نہ بولے   جب جھم سے چلے گود میں چپکے سے اٹھا لے

عادت وہ بُری شے ہے جو کھانے کو ملا بھی
بے مے کے مرے حلق سے اُترے نہ نوالے

دل نہ مانا حضرت واعظ کو آتے دیکھ کر
کچھ یونہی تھوڑی سی پی لی دل لگی کے واسطے

گود میں جھٹ سے بس اُٹھا لیجئے
چھم سے گھر میں جو کوئی آ جائے

شیخ صاحب بُرائیاں مے کی
اور جو کوئی چپت کی آ جائے

ہے ریاضؔ اک جوانِ مست خرام
نہ پئے اور جھومتا جائے

آنچل ڈھلا رہا مرے مست شباب کا
اوڑھا گیا کبھی نہ دوپٹہ سنبھال کے

ہمیں تو جیتے جی کوثر کی پلوا
خدایا چھوڑ دی ہے تیرے ڈر سے

یہ ساقی نے ساغر میں کیا چیز دیدی
کہ توبہ ہوئی پانی پانی ہماری

پاک صاف ایسی ہے جو جسنے پی فرشتہ بن گیا
زاہد یہ حور کے دامن میں ہے چھانی ہوئی

یہ زاہد بتوں کے ستائے ہوئے ہیں
کہ جب دیکھو ذکر خدا ہو رہا ہے

دیدے دیدے مرے ساقی ترے صدقے دیدے
دستِ رنگیں سے چھلکتے ہوئے پیمانے سے

جہاں ہم خشت خم رکھدیں بنا کعبہ پڑتی ہے
جہاں جام و ٹیک دیں چشمہ زمزم نکلتا ہے

نہ شیشہ نہ سبو دہن ہے نہ خم ہے بے منہ کا
کھلے جو حضرت واعظ تو دل لگی ہوگی

جھجک جھجک کے لیا ہوگا ہاتھ میں ساغر
جو پی بھی ہوگی تو ڈر ڈر کے پی ہوگی

اُتر گئی سر بازار شیخ کی پگڑی
گرہ میں دام نہ ہونگے اُدھار پی ہوگی

ہجوم دیکھ کے سمجھے یہ صبح محشر ہم
کھلی دوکان کسی میفروش کی ہوگی

شریک مے میں کیا ہوگا آبِ زمزم بھی
ریاضؔ نے بس تو یہ کبھی جو پی ہوگی

چرکین

جیسا کچھ آپ کا کلام ہے اسکو سب جانتے ہیں ہم صرف نمونتاً کچھ کلام انکے ایک قدیم نسخۂ دیوان سے انتخاب کرکے پیش کرتے ہیں۔ آپ اپنے رنگ کے (جیسا کچھ کہ وہ ہے) ایک نہایت مسلم الثبوت استاد تھے۔ اور تمام دیواں کلام اسی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔

گوہا چھی بھی ہوگی اگر دن گو سے گھیرا آبدست — مدعی کو گو میں نہلائے گا جاناں کا تپاک
فاتحہ گو گل جائے دینگے گوگا پیر کا — کم ہو غیروں کی اگر اس آفت جاں کا تپاک
آکے پاخانے میں کیسے جیا بنتے ہیں لوگ — پائخانہ سے رہے کیا جسم عریاں کا تپاک
گھیرے رہتے ہیں غبار نجس اس ترک کو — لینڈیوں سے بڑھ گیا ہے شیر پستاں کا تپاک

موتنے میں تم جلی پھسکی جو کری چھوڑ دو
برق باراں سے نہ چھوٹے ابر باراں کا تپاک

جم جائے جبکہ یاد میں اس دلربا کا رنگ — اڑ جائے پھر تو بلبل رنگیں نوا کا رنگ
جب سے بڑھا ہے شیخ کا مہتر سے ربط — بدلا ہے گوہا چھی چھی سے انکی قبا کا رنگ
پاخانہ اسکے قبض سے رشک چمن بنا — گندہ بہار میں بھی نہ بدلا ہوا کا رنگ
اس زعفراں لباس کے ہگنے میں یاد ہے — صندل میں کیا عجب ہے جو ہو کہربا کا رنگ

نیم بسمل نہ اسے چھوڑ کے گھر جا قاتل — رقص چرکیں کا ذرا دیکھ تماشا قاتل

موت کی دعا رسے بدتر میں سمجھتا ہوں اُسے   کس کو دھمکاتا ہے چمکا کے دو دھارا قاتل
سہمگیں ہو گئی ایسی مری صورت دم نزع   ہگ دے دہشت سے جو دیکھے مرا لاشہ قاتل
دست بر دست چلے آتے ہیں لے جلد خبر   تیس کر ہمارے کا اب حال ہے پتلا قاتل

دست بردار ہوا ان باتوں سے آ جانے دے
قُل چرکیں کو نہ کر گوُ نہ اُچھلوا قاتل

تنگ آئے ہیں دنیا کی گو ہا چھی بھی سے   ہو قبض روح نجس چھوٹیں اس عذاب سے ہم
فلک ہے طشت ستارے ہیں مینگنیاں گو کی   جو گو کے چھت کو نسبت دیں آفتاب سے ہم
ہو اسکی کھڈی میں صرف اپنی کالبد کی خاک   یہ چاہتے ہیں زمانہ کے انقلاب سے ہم
ہے دل کو الفت زلف بتاں نہیں معلوم   مروڑا اٹھتے ہیں کیوں ہر زماں نہیں معلوم
کیا ہے گو نے سفرہ کا وصف کسکے بیاں   غلیظ کیوں ہے ہماری زباں نہیں معلوم
بنا ہے چرخ برس طشت کہکشاں کھڈی   ہگے گا کون سا شوکت نشاں نہیں معلوم
ہوئی ہے زلف کے سودے میں اسقدر پیچش   اُمید زیست تھی مجھے مہرباں نہیں معلوم
ہمارے پاس بناتا ہے گھر جو اے منعم   ہمارے ہگنے کی کیا داستاں نہیں معلوم

ہمیشہ رہتے ہو بیت الخلا میں تم چرکیں
جہاں میں کس کو تمہارا مکاں نہیں معلوم

تمہارے ہجر نے صالح کیا جناب ہمیں   عمل کے دست سے بدتر ہے اضطراب ہمیں
دماغ کو یہ خوش آتی ہے اسکے موت کی بو   کبھی نہ سونگھیں اگر دے کوئی گلاب ہمیں
پیٹری کی طرح سے گو تھاپتے بکھرے کیونک   جمال اپنا دکھا او پری شتاب ہمیں
مروڑے پیٹ میں اٹھیں نہ کسطرح چرکیں   کسی کی زلف کا یاد آیا پیچ تاب ہمیں

کپڑے پر کیں جب بدلتے ہیں — عطر کے بدلے موت ملتے ہیں
نہیں کہتے ہیں غیر ہمکو برا — اپنے منہ سے وہ گو اگلتے ہیں
کس شجر کے ثمر ہیں سیب ذقن — نہ تو گلتے ہیں نہ سڑتے ہیں
بزم جاناں میں پادتا ہے جو غیر — ہر طرف سے اخلاے ملتے ہیں
تیرے ہار کے تلے غمزار — پوترے دمبدم بدلتے ہیں

طبع چرکیں کبھی ظرف نہ سانچا ہے
گو کے مضمون جسمیں ڈھلتے ہیں

سگ دنیا جو ہیں کب جود و سخا سکھتے ہیں — گو بھی بلی کی طرح سے وہ چھپا رکھتے ہیں
پاتخانہ میں کیا کرتے ہیں غیبت میری — منہ وہ سنڈاس سے وہ چند سوا رکھتے ہیں
بیچ کے سے نوا سنج ہیں مرغان چمن — یاد یاد اس گل خنداں کو رجھا رکھتے ہیں
گوہا چھی چھی کے سوا کچھ نہیں حاصل اس سے — گو وہ کھلاتے ہیں جو امید وفا رکھتے ہیں

گوز کی بو سے معطر ہے چرکیں کا دماغ
تجھ سے امید یہ اے باد صبا رکھتے ہیں

سمجھتا ہے اسے گوز شتر بیدرد محمل میں — پس جنازہ گر شتل جرس فریاد کرتے ہیں
رقیبوں کے تو قارورہ ملا ہے اسقدر ان کا — مصاحب جان کر بیت الخلا میں یاد کرتے ہیں
نجس ہے بیضہ مرغان حرم کی پاکر پاکیزہ — نہیں اے شیخ صاحب آپ کچھ ارشاد کرتے ہیں
اٹھائے گو مرا کیونکر نہ مجنوں دشت وحشت میں — سعادتمند لڑکے خدمت استاد کرتے ہیں
طلب کرنے نے انکے کر دیا مجبور یوں مجھ کو — چلا جاتا ہوں ہگتا پادتا جب یاد کرتے ہیں
دنیا کی نجاست سے بری گوشہ نشیں ہے — رغبت نہ کرے گو پہ کبھی زاغ کماں کا

ہیں گو کے جہاں ڈھیر وہاں حرمن گل تھے — کب بنر قدم باغ میں آیا تھا گماں کا
اپنے ہی کٹر کگرو پہ کی ہم نے قناعت — چکھا نہ متنجن کسی نواب کے خوان کا
سُنڈ دوں کو کیا بول سے اگر دیجیے تشبیہ — پاخانہ میں عالم ہو کبابی کی دکان کا
جرکیں مرے کوچہ میں کہیں بہنے نہ پائے — مہتر کو بھی حکم ہے اس آفت جاں کا
پھر گفتگو سے پوچ لگی آنے بیچ میں — پھر گوز نہ یار کی گفتارنے کا
گو میں نہائے خوب کے جھاڑے گئے کمال — بوسہ طلب جو یار سے اغیار نے کیا
تو نے آنا جو وہاں غنچہ دہن چھوڑ دیا — گل پہ پیشاب کیا ہم نے چمن چھوڑ دیا
عطر کی بو سے معطر ہوا بلبل کا دماغ — گوز اک تو نے جو اے غنچہ دہن چھوڑ دیا
ہے متورّم طفل اشک غیر دامن میں نہ لے — موت بھر جائیگا پاکیزہ تری پوشاک میں
خوب سا گو تاکہ اُچھلے شہر میں ہولی کے دن — جُمل یہ آئے خیال کافر بیباک میں

پادا یونہی سا ہے جرکیں ناز سے بولا وہ شوخ
دب گیا ہوگا وہ گھورے کے خس و خاشاک میں

موت کے کہتا ہے ہمسے اپنے کوچہ میں وہ گل — اس روش کی آبجو کوئی گلستاں میں نہیں
اس رخ روشن کے آگے صاف گو برکا ہے چھوت — نام کو بھی کچھ چمک اب مہر تاباں میں نہیں
جرکیں غرض نہیں گل و گلزار سے ہمیں — مطلب ہے پاخانہ میں دلدار سے ہمیں
کرتا ہوں عرض حال تو کہتا ہے گو نہ کھا — ہوتا ہے درد سر تری گفتار سے ہمیں
کاش گھورے سے ہو قسمت کا تری زر پیدا — تو بھی جرکیں چلیں نیاریوں کا کر پیدا
گردن شیخ پہ رندوں نے رکھا بار گناہ — کھاد اٹھوانے کو اچھا کیا یہ خر پیدا
گو نہ کھا پر ہیچ نہ رندوں کی سمجھ جھوٹ نہ بول — صوفیا ہوش میں آ عقل و خرد کر پیدا

کچھ یار مین بھولا ہے جو کو کرشتا   بلبلو ہوگا نہ پھر ایسا گل تر پیدا
اُسکے رتھ خانہ کی دیوار پہ کہگل کیجیے   لیدگر تو ر فلک کی ہو زمیں بر پیدا

وصف گیسو ئے معنبر ہیں عضب پر کیتی نے
گو کے مضموں کئے عنبر سے بھی بہتر پیدا

چمن میں چھینگا اس گل سمجو ا سینے کر ڈھیلے کو   گلیلہ بن کے توڑا سنگ دانہ اُنسے بلبل کا
ٹیکتا عضو گل ہر رنگ سے بے بل بے رنگینی   گلاب قسم اول کیوں نہو مثیا اس گل کا
نظر مجھے بے جسے وہ ہاتھ اسکو رست پھٹے   کبھی جو باغ سے ملکر وہ گل حنا نکلا

اگر ہمیت انحلا ر یار چرکیں کا مکاں ہوگا   ہمیں تسکین دل ہوگی دہ ہی آب ادماں ہوگا
تمنہ گوز نکلے گا تو جان خفت سے جائیگی   یہ گھوڑا تو سن روح رواں کا ہم عناں ہوگا
مریض سلسل البول ایک اکدن تیری زشت ہے   یقیں ہے دل کے قارورہ کا شیشہ آسماں ہوگا
اگر تعریف بھی سیجئے تو ہو جاتے ہیں تھیانے   چرک بدنا نہ تما بھی کوئی لے مہرباں ہوگا
نزا کت نے مار ڈالا کیسے کیسے ہگنے والوں کو   مقرر اس برس کچھ کھاد کا سوداگراں ہوگا

شب فرقت یہ گو اُچھلے گا چرکیں کے تڑپنے سے
ستارے پھٹکیاں مہ جوت گھور آسماں ہوگا

بگ بگ بے یاد یار سے وہ مارے بوجھ کے   میرا جو طوق قیس کے زیب گلو کریں
جو لوگ شیفتہ ہیں ترے سرو قد کے یار   بیشاب بھی نہ جا کے لب آبجو کریں

پالی جو آبدست کا اُس بت کی ہاتھ آئے
چرکیں ستری ہون شیخ جی اُس سے وضو کریں

مُوت کی تھالی ہے یہ تو ساقیا ساغر نہیں   خوں سور کا ہی اس میں بادہ احمر نہیں

کھانا پینا موتنا ہگتا نہ کیونکر بند ہو — زیست کا جس سے مزا تھا پاس وہ دلبر نہیں

گو میں جو ڈالے گا ڈھیلا کھائیگا چھینٹیں ضرور — تیغ صاحب بخشا زندگی کچھ بہتر نہیں

عمر چرکیں کا ہوا گل اوبت پر فن چراغ — کھڈیو نہیں بہتر دنگی گہی کے ہیں روشن چراغ

شب کو ہگنے کیلئے آیا جو وہ رشک قمر — پائخانہ کا نظر آیا ہر ایک روزن چراغ

ہتر پسر کے گوہر دنداں جو ہاتھ آئیں — دیکھوں کبھی نہ موتیوں کے ہار کیطرف

میلہ ہے گو کا بیر کا چھڑیوں کی سیر ہے — چلئے نواز گنج کے بازار کی طرف

جوش جنوں میں ہم کو یہ پاس ادب رہا — موتے نہ اور بھی تری دیوار کی طرف

قر دو وصل آئے جائے فراق — ہینگ ہگتے ہیں مبتلائے فراق

ہگ چکے خون عاشق ناشاد — اب کوئی اور رنگ لائے فراق

بھلا کیونکر نہ آئے دست لے چرکیں مجھے گو کا — تصور جب بندھے ہے ہیں سکے بر دے گلگلوں کا

ہزاروں پیچ اٹھیں پیٹ میں وحشت سے ہگ مارے — سنے گر سانپ افسانہ بتوں کی زلف شبگوں کا

پاخانہ وہیں ہو گیا گلزار تمہارا — گھڈی ہیں گرا لوٹ کے جب ہاتھ تمہارا

وہ کون ہے جس سے نہیں قارورہ ملا ہے — بندے ہی پہ موقوف نہیں پیار تمہارا

ناپاک ہیں اغیار تم ان کو نہ کرو قتل — ہووے گا نجس خنجر خونخوار تمہارا

پیدا ہوں ہر اک دانہ کی جا سینکڑوں دل میں — گو مول لے چرکیں جو زینہار تمہارا

بیت الخلائے یار میں کیا غیر جا سکے — دہشت سے گو رہند ہے اس نابکار کا

پھولے پھلے ہر اک شجر خشک باغباں — تھالوں میں گو پڑے جو مرے گلعذار کا

جو ایک دست بھی آئے تو جان جاتی ہے — ہوا نے آجکل ایسا کیا اثر پیدا

قمریاں موتنے جائیں نہ کبھی سرو کے پاس — گر چلن دیکھیں جو ہے سرو خراماں تیرا
کیا کہیں تجھ سے کہ کیا کیا ہوئی چرکیں کو ہوس — پاٹخانہ میں بدن دیکھ کے عریاں تیرا
موتنے میں آیا اگر دندان جاناں کا خیال — جو گرے گا موت کا قطرہ گہر ہو جائیگا

مجھ سے جو چرکیں وہ خفا ہو گیا — رعب سے پیشاب خطا ہو گیا
تو نے نہ اسہال میں پوچھی خبر — دستوں سے یہ حال مرا ہو گیا
ہگ دیا دہشت سے شب ہجر کی — دم مرا جینے سے خفا ہو گیا
توڑتے ہو گوز سے اپنا وضو — شیخ جی صاحب تمھیں کیا ہو گیا
طائر ذکر و مدح غیر بھی — گوز کے مانند ہوا ہو گیا

نعمتیں دنیا کی سب کل تک میسر تھیں جنہیں — لید میں کا بھی نہیں ملتا ہے انکو دانہ آج
وصل کا وعدہ کیا بیت الخلا میں یار نے — پنجۂ مژگاں سے جھاڑا چاہیے پاخانہ آج

خواہش آرائش گیسو ہے چرکیں یار کو
چاہیے پنجہ کی ہڈی سے بنا دیں شانہ آج

شیخ جی کو پھر طبیبوں نے بتایا ہے عمل — ہو گیا پھر آج کل اُن کو خلل سرسام کا
سامنے اسکے نہ کیجیے گفتگو ہر ایک سے — گو اچھالیگا بہت چرکیں ہی اپنے نام کا
سنے گر ستم تباں تو ہگ دے مارے خلو کے — غرض اظہار کے قابل نہیں راز نہاں اپنا

قبض سے اب یہ حال ہے صاحب — پادنا بھی محال ہے صاحب
روئے انساں گو ہنا تا ہے — گوز میں یہ کمال ہے صاحب
شیخ صاحب سر مبارک پر — ق — یہ بڑی سی جو شال ہے صاحب
رند کہتے ہیں پھبتیاں اسپر — لینڈی کتے کی کھال ہے صاحب

پیو چرکیں شراب کھاؤ کباب
اک حرام اک حلال ہو صاحب

اب کے چرکیں جو زر کماؤں گا   پائخانہ میں سب لگاؤں گا
موتنے پر کبھی جو آؤں گا   سیر دریا انہیں دکھاؤں گا
تیرے گھر سے جواب کی جاؤنگا   موتنے بھی کبھی نہ آؤں گا
فخر ہوگا میں تیرا عاشق ہوں   گو بھی تیرا اگر اٹھاؤں گا
نوجواں ضعف پیری پر مرے ہنستے ہو کیا   آگے آئیگا یہ دریا کا ہگا ہو جائیگا

ناز سے بولا دم رخصت نہ آنا پھر کبھی
ورنہ اے چرکیں یہ گھر بیت الخلا ہو جائیگا

روز و شب ہگنے سے تم اسکے خفا ہوتے تھے   مہتر و خوش رہو چرکیں نے وطن چھوڑ دیا
سامنے اعلے کے اسفل سرکشی کرتا نہیں   سامنا چھینکی سے ہو سکتا نہیں ہے پاد کا
ایک دن بھی دل نہ اس بت کا پسیجا قہر ہے   تھا مگر گوز شتر نالہ دل ناشاد کا
پادنے میں شیخ کیا میرے کریگا سامنا   مجھ میں انمیں فرق ہے شاگرد اور استاد کا

یہ دعا ہے روز و شب چرکیں کی گوگا پیر سے
میں بھی اب مہتر بنوں جا کر الہ آباد کا

دیوان چرکین۔ رنجیدہ دلوں کو خوش کرنیکا اعلی نسخہ مردہ طبیعتوں کو خوش کرنیوالا دیوان چرکین ہے جو ساٹھ برس سے ابتک مخفی تھا اب ہم نے شائع کیا ہے جلد منگائیے ایک مرتبہ پڑھکر معہ مبالغہ دس ہزار مرتبہ ہنسی نہ آوے تو دام واپس قیمت ۸ر
پتہ۔ عظمت الہی بکڈپو لکھنؤ

ظریف

اسم گرامی سید مقبول حسین ہے۔ مولوی گنج لکھنؤ میں سکونت ہے آپ ایک نہایت عالی خاندان اور بہت قابل لوگوں میں ہیں آپ کا کلام ظرافت آمیز ہر صنف میں موجود ہے جن میں سیاسی اور نیچرل نظمیں بھی ہیں مگر ہم چند ظریفانہ غزلوں پر اکتفا کرتے ہیں عربی بقدر ضرورت اور فارسی ہندی ترکی وغیرہ میں آپکو کامل دستگاہ ہے اور آپ کا کلام ہندوستان کے ہر ایک فرقے سے ممتاز ہے اور یقین کیساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ اس وقت تک کسی ظریف شاعر نے نہیں کہا

پاس جس وقت گیا مار دی اک لات مجھے
کبھی ممکن نہوئی اُن کی ملاقات مجھے

قیس کہتا تھا یہی فکر ہے دن رات مجھے
مار دے ناقۂ لیلےٰ نہ کہیں لات مجھے

پان وہ دیتے ہیں میں دیتا ہوں اُن کو حقہ
میری خاطر ہے اُنھیں اُنکی مدارات مجھے

پھر کہاں ٹکتا ہوں وحشت میں جو اُلجھ کے بھاگا
لاکھ آنکھوں پہ بٹھایا کریں ذرات مجھے

رنگ غصہ میں بدلتے ہیں وہ گرگٹ کی طرح
حسن کی اپنی دکھاتے ہیں کرامات مجھے

جب سے لیسنس چلا کون بناسکے خنجر
اب نہ فولاد ہے درکار نہ اسپات مجھے

رُخ روشن پہ فدا اور نہ سیہ زلف کا خبط
نہ کوئی دن ہے مجھے اور نہ کوئی رات مجھے

مکتب عشق میں بیٹھا ہوا حل کرتا ہوں
جتنے الجبرے کے ملتے ہیں سوالات مجھے

قیس کہتا تھا یہ لیلےٰ سے کہ معلوم ہوئی
نہ مری ذات تجھے اور نہ تری ذات مجھے

درد دل عشق میں ہے کاہے سے تسکین کروں
نہ ملائیں ہی ملتی ہے نہ بانات مجھے

سرد مہری کو تری دیکھ کے روتے ہیں غیر — ابکے جاڑے میں نظر آتی ہے برسات مجھے
بوتلیں بیچتے نخاس میں دیکھا اس کو — کس جگہ جا کے ملا پیر خرابات مجھے
غسل خانہ میں یہ غسال سے مُردہ بولا — جیل سے قبر تو یہ گھر ہے حوالات مجھے
رشتۂ عمر ہوا کم مری رسّی سے دراز — آئی چرخہ سے یہ آواز نہ تو کات مجھے
بزم میں دھوبیوں کی بیٹھ کے کہتا ہے وہ شوخ — ماش کی دال سے بھاتا ہے بھنگات مجھے
نئی تہذیب نے معشوقوں کا فیشن بدلا — کارڈ بھیجوں تو میسر ہو ملاقات مجھے
بخشکر اپنے گنہگار کو یہ کہدیتا — کوئی کیا جانے پسند آ گئی کیا بات مجھے
ہو چکا دفن سر دفن کہ تھا عاشقِ زلف — شکر کرتا ہوں کہ منزل پہ ہوئی رات مجھے

دیگر

جنوں میں کیوں چلا میں دوڑ کر پھولا جو دم میرا — حماقت کی نشانی بن گیا نقشِ قدم میرا
شمیم زلف مشکیں سونگھ کر نکسیر پھوٹی ہے — تری بالوں کی بُو سے ناک میں آیا ہے دم میرا
وفورِ شوق میں معشوق کو دیے دے جھکتا ہوں — کوئی خلوت سرائے ناز میں دیکھے اُدھم میرا
ضعیف و ناتواں ہوں مجھ کو لقوہ بنا آتا ہو — مرے بہروپیئے پن کا ذریعہ ہے قدم میرا
یہ دونوں جانور مل کر اسے کچا ہی کھا جائیں — شتر گربہ کے ڈر سے آ نہیں سکتا ہے ہمدم میرا
میاں فرہاد و مجنوں تیغ چلی سے جوڑتے ہیں — وہ کہتے ہیں عرب میرا وہ کہتے ہیں عجم میرا

ارے داتا اسے بھرنا نہ تجھ کا کام ہے تیرا
کہ کشکول سائل سے مشابہ ہے شکم میرا

کوئی دل بیتاب کو روکے کہ ٹھہر بھی — ادھر تھالی کے بینگن تو ادھر بھی ہیں ادھر بھی
بھار نہ لگی کوئی تو اقرار ہے منڈا — وعدہ ہے وہی جبیں اگر بھی ہو مگر بھی

ہے چوک کا بازار ترے دانتوں کا چوکا
دلاّل زباں ہے جو ادھر بھی ہے اُدھر بھی

گر رُخ پہ نقاب اسکے گِرے ہاتھ میں تلوار
معشوق وہ معشوق جو مادہ بھی ہو نر بھی

اک ڈول مرے دل کا ہو تجھ میں وہ نکل آئے
اے چاہ ذقن جلد کسی روز اُگر بھی

سُن لیجئے تشبیہ تیرا اسکے ہے ناقص
عیسیٰ ہیں اگر آپ تو اک پالئے خر بھی

تحریر کا عنواں نئی تہذیب نے بدلا
معشوق کے القاب میں ہر مائی ڈیر بھی

دن رات ہی ہجر میں کھاتا ہے تو صاحب
غم اپنا برک ماسپ بھی ہے اور ڈنر بھی

یہ حُسن نرالا ہے کہ دو عضو ندارد
معشوق وہ ہے جسکے دہن بھی ہو کمر بھی

کہتی ہے سدا صاحب مقدور کی اولاد
ترکہ سلے ہمکو ارے جلدی کہیں مر بھی

بلبل کہو تم شوق سے ایسے شعرا کو
اک چونچ بھی ہو جسکے ظریفا ورمیل پر بھی

دیگر

گو ندوانی ذقت پہ ملتی نہیں ہمسر کھلا
نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ بر اکثر کھلا

آپنے الٹی رُخ روشن سے جالی کی نقاب
ہیں یہ سمجھا حسن کی دوکان کا ٹٹر کھلا

اسقدر ہے مختصر چادر معیشت کی ظریف
پاؤں پھیلانے فراغت کے لئے جب سر کھلا

دال دھوئی ماش کی کھاتی ہے نازک جری دوست
بالش و بستر سے مجھکو آرہی ہے بوئے دوست

کی جو کریا عنبر کی ہیں صاف چار ابروئے دوست
چودھویں کا چاند بنیک ہو گیا اب روئے دوست

عیل کا گز نامیں گردوں گا سر بازوئے دوست
اپنے ہاتھوں سے کروں گا ایک دن الوئے دوست

عاشقاں زرد رو کے طائر دل ہیں مقیم
دو بیے کی جو نیچ ہیں الجھے ہوئے گیسوئے دوست

بہر آرائش کسی گہنے کی کیا حاجت انھیں
ہیں ازل سے آپ گہنا پہنے بازوئے دوست

دشمنوں کی زد سے بچتا ہوں میں اسکی آڑ میں
عافیت کے قلعہ کا دُمس ہے مجھے پہلوئے دوست

ڈھونڈھتے پھرتے ہیں عاشق پر نشاں ملتا نہیں
آگئی چوڑی سڑک میں سب مین کوئے دوست

آبداری آئی جب خنجر پہ جھلکے جاں نثار
ہو گئے بیکار پیری میں سفید ابروئے دوست

کھوری عاشق کی مل جاتی ہے دیوالی میں جب
جاگتا ہے مرگھٹے لیں رات کو جادوئے دوست

شام تک عشاق کو ہونا نہیں کھانا نصیب
دیکھ لیتے ہیں سحر کو اٹھ کے جبدن آرزوئے دوست

اسپہ سر رکھتے ہی عاشق ہو گئے انشا غفیل
نرم تھا سیمل کے تکیہ کیطرح بازوئے دوست

فرض کیجے اک طویلہ مجمع عشاق کو
اور سمندر اس طویلہ کیلئے ہو خوئے دوست

یا الٰہی اسقدر ہو عمر کی رسی دراز
دیکھتے ہی دیکھتے ہو جائیں سن گیسوئے دوست

شعر کچھ ہندوستانی میں بھی پڑھئے اے ظریف
سجئے پلٹن سے اضافت کی ذرا اردوئے دوست

حسن کے دلکش طویلہ میں ہے تبدر خوئے دوست
ہے سمند نابا ارئیل کوئی ٹٹوئے دوست

کم حقیقت نیش زن اغیار ہیں بیٹھے ہوئے
دیکھ لو دیکھے نہوں تمنے اگر بچھوئے دوست

تالیاں بجتی رہیں کوٹھی کی چھت پر متصل
رات بھر دنیا رہا اسپیچ اک الوئے دوست

میں بھی اک ذریعہ ہوں افشائے راز کا
دامن یہ کہہ رہا ہے کسی پیشواز کا

ہے آسماں زمین کیجانب جھکا ہوا
گویا یہی رکوع ہے اسکی نماز کا

مستقیوں کے پیٹ سے آتی ہے یہ صدا
میں اک قرابہ ہوں عرق خانہ ساز کا

شیطان کی جو آنت سے ہوتا مقابلہ
کھل جاتا حال آپ کی زلف دراز کا

طولانی اسقدر ہے ظریف آہ نارسا
منقول جیسے ہو کسی بادی جہاز کا

دم تک آہ رقیبوں کو جگا آتی ہے — پھر اُڑ جاتے ہیں جس وقت ہوا آتی ہے
نجد سے ناقۂ لیلیٰ کی صدا آتی ہے — بلبلاتی ہوئی مجنوں کی قضا آتی ہے
عشق نے آکے لگایا ہے کوئی ٹیلیفون — وہ جو بولیں مرے کانوں میں صدا آتی ہے
وہ ہی کام آتے ہیں معشوقوں کو دنیا میں فقط — یا جفا آتی ہے یا اُنکو دغا آتی ہے
ملک الموت اُسے لاد کے لاتے ہیں جب — اتنی موٹی ہے کہ جب جا کے قضا آتی ہے
نفع اتنا تو ہوا اس مڈیکل کالج سے — تیرے بیمار کے پینے کو دوا آتی ہے
مونڈ کر نائی لئے جاتا ہے اُنکے جھونٹے — بھاگو بھاگو ارے بھاگو کہ بلا آتی ہے
کسی ترکیب سے اب باندھئے اس قافیہ کو — یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ خدا آتی ہے
اپنی ناک آپ ہی سلتے ہیں کہ آجائے نہ چھینک — یاد عشاق کو جب اُن کی جفا آتی ہے
ہیں وہ خلوت کدۂ ناز میں تنہا لیٹے — پنکھا خود جھلتے ہیں جب جا کے ہوا آتی ہے
وہ جنازے پہ کھڑے پڑھتے ہیں تن تن کے نماز — جب قضا آئی تو اُن کو یہ ادا آتی ہے
آنکھ عاشق کی بھگو دیتی ہے رد کرد امن — دل جو بہتا ہے تو یہ لیکے گھڑا آتی ہے
عید قرباں ہے نہیں کم ترا آنا اے شوخ — کہ ترے عاشق بزدل کی قضا آتی ہے
عشق نے اُس بت کافر سے جلایا مجھکو — مرگھٹے سے ترے عاشق کی صدا آتی ہے
میں جو کرتا ہوں کبھی سوز کا اُسنے اظہار — وہ یہ کہتے ہیں کہ سُن ہمکو آ آتی ہے

چہرہ قاتل کا تو دوزخ کا نمونہ ہے ظریف
دامن تیغ سے جنت کی ہوا آتی ہے

یوں یہ تہذیب اُنکو سب عاشق سُنا دینے لگے — بزم میں آئی تو سب مل کر دعا دینے لگے
وہ کفن بہر شہیدان وفا دینے لگے — ناپ کر ہر اک کو دو گز کھاروا دینے لگے

منہ پھلا کر تشنہ کامان محبت کو حضور
شربت دیدار کا پورا گھسٹا دینے لگے

جب سے عاشق ہو گئے اُس بت کے چوکیدار تک
سونے والوں جاگتے رہنا صدا دینے لگے

جھوٹے عاشق اس سے بڑھکر اور کیا دیتے ثبوت
ہو گئے گندہ دہن بوسے دفا دینے لگے

پیٹ ضبط آہ سے عشاق کا پھولا جہاں
دھونکنی کی طرح پھر نتھنے ہوا دینے لگے

مسکیاں لیں منہ بسورا عاشقوں کے سامنے
دو کھجا کر داد کو داد و دفا دینے لگے

ہو گئے عشاق بھک منگے الٰہی خیر ہو
آپ کی صورت جہاں دیکھی دعا دینے لگے

اُنکے بیماروں کا گھنگرو بولنا جب سُن لیا
جلدی جلدی تال مسٹر کالکا دینے لگے

جب مسیحا سے نہ اچھے ہو سکے بیمار غم
ہو کے کھسیانے سبھوں کو سنکھیا دینے لگے

خوش ہوئے جب شعر پر تالی بجانے سے ظریف
شاعروں کو لوگ انگریزی صلا دینے لگے،

فلک نما ہے بلندی میں آبلہ دل کا
جواب شیش محل ہے دو منزلہ دل کا

سنار سے ہے جو اُن کے معاملہ دل کا
پڑا ہوا ہے کٹھائی میں فیصلہ دل کا

علم تجسم ابھی چار دسے در د لجھائے
کہیں تو حال للاین سے بگڑ للہ دل کا

جناب شیخ کا چالان بالکہ میں کر دو
پٹا پڑا ہے نجاست سے فربلا دل کا

جو دل کو طائر دل باندھتے ہیں یہ شعرا
تو کہتے کیوں نہیں سینہ کو گھونسلا دل کا

مزید نوش کریں آپ اس جوارش کو
پڑا ہوا ہے حضور اس میں موسلا دل کا

چلو چڑھائیں حسینوں کے طاق ابرو میں
جو بیک بجا کے ہو تیار گلگلا دل کا

حوادثات کے چھینٹے بہت کڑاہے ہیں
کہیں دماغ نہ ہو جائے پلپلا دل کا

جو چھینکیے سر محفل تو ناک کٹتی ہے
ظریف سخت ہے قانون بالملا دل کا

نظیر اکبرآبادی

نظیر اکبرآبادی کا کلام گو اس درجہ ظرافت پر نہیں پہونچا جو ایک ظریف کے یہاں ہونا چاہیئے۔ مگر پھر بھی انکی شاعری شوخی کیلئے علی کی کمی تھی۔ اور انکی ظرافت ایسی ہے تو ظرافت ہے جس سے ایک طرف اگر ہونٹوں پر ہنسی آتی ہے تو ایک طرف دل کو عبرت ہوتی ہے۔ اسی لحاظ سے ہم اس مجموعہ میں انکو شامل کرتے ہیں لہذا ناظرین کے محظوظ ہونے کی امید رکھتے ہیں۔

آگے تو پری زاد یہ رکھتے تھے ہمیں گھیر   آتے تھے چلے آپ جو لگتی تھی ذرا دیر
سو آکے بڑھاپے نے کیا ہائے یہ اندھیر   جو دوڑ کے ملتے تھے وہ اب لیتے ہیں منہ پھیر

سب چیز کو ہوتا ہے برا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

آگے تھے جہاں گلبدن اور یوسف ثانی   دیتے تھے ہمیں پیار سے چھلوں کی نشانی
مر جائیں تو اب منہ میں نہ ڈالے کوئی پانی   کس دکھ میں ہمیں چھوڑ گئی ہائے جوانی

سب چیز کو ہوتا ہے برا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

تھے ہم بھی جوانی میں بہت عشق کے پورے   وہ کون سے گل رو ہیں جو ہم نے نہیں گھورے
اب آکے بڑھاپے نے کئے ایسے ادھورے   پر جھڑ گئے دم رہ گئی پھرتے ہیں لنڈورے

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

کیا یار گیا ہم سے اُلٹ ہائے زمانا ۔ جو شخص کہ تھے اپنی نگاہوں کا نشانا
چھیڑے ہے کوئی ڈال کے مادا کا بہانا ۔ ہنس کر کوئی کہتا ہے کہاں جاتے ہو نانا

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

پوچھیں ہیں جسے کہتا ہے کیا پوچھو ہو بڈھے ۔ آویں تو یہ غل ہو کہ کہاں آوے ہو بڈھے
بیٹھیں تو یہ ہو دھوم کہاں بیٹھے ہو بڈھے ۔ دیکھیں ہیں جسے کہتا ہے کیا دیکھے ہو بڈھے

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

دیگر

جھمکا نظر آتا ہے ہر اک عیش کی شے کا ۔ دنیا میں عجب روپ جھلکتا ہے ٹپے کا
کیا خوب نرم و نازک اس آگرے کی ککڑی ۔ اور جس میں خاص کافر اسکندرہ کی ککڑی
گل بلبلیں جو نورس قابو میں اپنے آئیں ۔ آ جس میں سے دو کر کر کشتی میں دے بٹھائیں
یہ شور سن کے خلقت دوڑ آئی دائیں بائیں ۔ اس ڈھب سے ہم نے یارو گل بلبلیں لڑائیں
سو طرح کی دھومیں اک دم میں کر دکھائیں
اس ڈھب سے ہم نے یارو گل بلبلیں لڑائیں

دو میں تو دونوں گٹ گٹ لڑتی تھیں کر کے کاوا ۔ جب تیسری کو چھوڑا پھر تو ہوا اگڈا
خلقت یہ ہانکے لوٹی چھوڑا اپنا اپنا اڈا ۔ گرا کی کسی کی بیلی ٹوٹا کسی کا ھنڈا

سو سو طرح کی دھومیں اکدم میں کر دکھائیں
اس ڈھب سے ہنسنے یارو گل بلبلیں لڑائیں

چلائے مور سارس ۔ اور پھڑپھڑائے بگلے   گدھ اور چیل دھاڑی اور پھڑپھڑائے الّو
کتّے بھی بھونکے بھوں بھوں گیدڑ پکاری ہُو ہُو   بھڑکے گدھے بھی رینکے کر اپنی ڈھینچو ڈھینچو
سو سو طرح کی دھومیں اکدم میں کر دکھائیں
اس ڈھب سے ہنسنے یارو گل بلبلیں لڑائیں

دیگر

آٹے کے واسطے ہے ہوس ملک و مال کی   آٹا جو پالکی ہے تو ہے دال نالکی
آٹے ہی دال سے ہے درستی یہ حال کی   اس سے ہے سب کی خوبی جو ہے حال قال کی
سب چھوڑ دو بات طوطی و پدری و لال کی
یارو کچھ اپنی فکر کرو آٹے دال کی

قمری نے کیا ہوا جو کہا حق سرہٗ   اور فاختہ بھی بیٹھ کے کہتی ہے تو ہی تو
وہ کھیل کھیلو جس سے ہو تم جگ میں سرخرو   سنتے ہو لے عزیزو اسی سے ہے آبرو
سب چھوڑ دو بات طوطی و پدری و لال کی
یارو کچھ اپنی فکر کرو آٹے دال کی

رد کرتی ہے سب سر کی بلیات اندھیری   کام آتی ہے عاشق کے بہت رات اندھیری
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہیں سخن درست   اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست
کھا کر افیم عالم مست ہو جیو انسیمی   تن سوکھ کر کھپا دے آواز ہو گی دھیمی
کیوں بھنبھنا بنا ہے اے گلعذار سیمی   عاشق تو اب اسی کے من بست ہیں قدیمی

پی عاشقوں میں آکر دو بھنگ کے پیالے
جو ایک دم میں تیرا گھر گھومے چھپر ہالے

ہیں اس نشہ میں ظالم سو رنگ کے دھڑلکے   کونڈی کی ڈگمگاہٹ سونٹے کے سو کھڑاکے
گر دیکھنے ہیں تجھ کو کچھ عیش کے جھڑاکے   تو جھاڑ اپنے نیچے اور سر کو جھڑجھڑا کے
پی عاشقوں میں آکر دو بھنگ کے پیالے
جو ایک دم میں تیرا گھر گھومے چھپر ہالے

کیوں عبث بیٹھا ہے ڈالے کان میں غفلت کا تیل   خلق میں کیا کیا مچی ہے سبزیوں کی ریل پیل
کھول زلف عیش کو اور ڈال پیالے کا جھیل   پھر چڑھا دے آسمان عیش پر عشرت کی بیل
کونڈی سونٹے کو بجا اور دیکھ ٹک قدرت کے کھیل
چھوڑ سب کاموں کو غافل بھنگ پی اور ڈنڈ پیل

مرشد و مولا سے پوچھا میں نے اے پیر زمن   میری کچھ لگتی نہیں اللہ سے دل کی لگن
سنکے بولے وہ بتا دیں ہم تجھے اسکا جتن   جا شتاب اور جلد سبزی لیکے اک قدح پر من
کونڈی سونٹے کو بجا اور دیکھ ٹک قدرت کے کھیل
چھوڑ سب کاموں کو غافل بھنگ پی اور ڈنڈ پیل

پیارے تمہارے اور تو عاشق ہیں نوجواں   اک ہم بھی بوڑھے سب سے ہیں اور نشہ پرواں
وہ تو رہینگے ہم ہیں کئی دن کے میہماں   بس سب کو چھوڑ ہم سے ملو کس لیئے کہ جاں
پیری کہ دم ز عشق زند بس غنیمت است
از شوخ کہنہ سو کہ نو رسد بس غنیمت است

لڑتی ہے کہیں آنکھ کہیں دست کہیں تیغ   ہوتا ہے کہیں پیار کسی سے گلے میں ملن

وعدہ کہیں اقرار کہیں ہے کہیں نہیں — نے جی کو فراغت ہے نہ آنکھوں کے تئیں چین
اس ڈھب کے مزے رکھتی ہے اور ڈھنگ جوانی
عاشق کو دکھاتی ہے عجب رنگ جوانی

الفت ہے کہیں مہر و محبت ہے کہیں چاہ — کرتا ہے کوئی چاہ کوئی دیکھ رہا راہ
ساقی ہے صراحی ہے پری زاد ہیں ہمراہ — کیا عیش ہے کیا عیش ہے کیا عیش ہے واللہ
اس ڈھب کے مزے رکھتی ہے اور ڈھنگ جوانی
عاشق کو دکھاتی ہے عجب رنگ جوانی

کوڑی ہے جنکے پاس وہ اہل یقین ہیں — کھانے کو اُنکے نعمتیں بہتریں ہیں
کپڑے بھی اُنکے تن میں نہایت مہین ہیں — سمجھیں ہیں وہ جو انکو نکتہ چین ہیں
کوڑی کے سب جہان میں نقش نگین ہیں
کوڑی نہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں

لئے پھرتا ہے یوں ہر اک لنگ بچا گلہری کا — مگر ہر اک استاد کہ رہتا ہے گھر بچا گلہری کا
ولیکن ہے ہمارا اسقدر بچا گلہری کا — دکھا دیں ہم کسی لڑکے کو گر بچا گلہری کا
تو دم میں لوٹ جاوے کھلکر بچا گلہری کا

الفت کے زمرد کی یہ قیمت کی بوٹی ہے — پتوں کی چمک اُسکی کمخواب کی بوٹی ہے
مُنہ جسکے لگی اُس سے پھر کا ہیکو چھوٹی ہے — یہ تان بھگوڑے کی اسبات پہ ٹوٹی ہے
کوڑی کے نقارے پر جسکے کا لگا ڈنڈا
نت بھنگ پی اور عاشق دن رات بجا ڈنکا

پیسے ہی کا امیر کے دل میں خیال ہے — پیسے ہی کا فقیر بھی کرتا سوال ہے

پیسا ہی نوج پیسا ہی جاہ و جلال ہے پیسے ہی کا تمام یہ رنگ و دوال ہے
پیسہ ہی رنگ روپ ہے پیسا ہی مال ہے
پیسا نہو تو آدمی چرخے کی مال ہے

دیگر

یہ نعمتیں جو جتنی جو کچھ ملیں سو کھا جا تا ش اور بادلے میں اکبار جگمگا جا
پاپی بخیل مت بن داتا سخی کہا جا اکدم تو اپنا لڑکا من مانتا بجا جا
دلکی خوشی کی خاطر جلیبی ڈال تال رہن کو
گر مرد ہے تو عاشق کوڑی نہ رکھ کفن کو
ہاں سے کہنا مرا لے جان ہنس لے بول لے حسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس لے بول لے

دیگر

کل راہ میں جاتے جو ملا ریچھ کا بچا لے آئے وہیں ہم بھی اٹھا ریچھ کا بچا
سو نعمتیں کھا کھا کے پلا ریچھ کا بچا جس وقت بڑا ریچھ ہوا ریچھ کا بچا
جب ہم بھی چلے ساتھ چلا ریچھ کا بچا
کتنا تھا کوئی ہم سے میاں آؤ قلندر وہ کیا ہوئے اگلے وہ تمہارے جو تھے بندر
ہم اُنسے یہ کہتے تھے یہ پیشہ ہے قلندر ہاں چھوڑ دیا بابا انھیں جنگلے کے اندر
جس دن سے خدا نے یہ دیا ریچھ کا بچا
تازگی جی کی اور تیری تن کی ،،، مگر وہ کیا بات گورے بدن کی
جب آدمی کے پیٹ میں آتی ہیں روٹیاں بھولے نہیں بدن میں سماتی ہیں روٹیاں
آنکھیں پریرخوں سے لڑاتی ہیں روٹیاں سینہ اوپر بھی ہاتھ چلاتی ہیں روٹیاں

جتنے مزے ہیں سب یہ دکھاتی ہیں روٹیاں
سو سو طرح کی دھوم مچاتی ہیں روٹیاں

ایک بیدرد دستگر ہے وہ کافر خونخوار — قتل کرتا ہے عزیزوں کے تئیں لیل و نہار
کل مرا اس کی گلی میں جو ہوا آکے گذار — اسطرح سر کا شہیدوں کے پڑا تھا انبار
جیسے بازار میں تربوز کے اوپر تربوز

نادان کو بلا کر اک بھنگ کا پیالا — کچھ نقل میں ملا کے اور دے لیا دوشالا
دانا ملا تو اسمیں گھولا دھتورا کالا — ہوتے ہی غافل اسکو پھانسی میں کھینچ ڈالا
ہشیار رہ جانی یہ دشت ہے ٹھگوں کا
یاں ٹک نگاہ چوکی اور مال دوستوں کا

جب ملی روٹی ہمیں سب نور عین روشن ہوئے — رات دن شمس و قمر شام و شفق روشن ہوئے
زندگی کے تھے جو کچھ نظم و نسق روشن ہوئے — اپنے بیگانوں کے لازم تھے جو حق روشن ہوئے
دو چپاتی کے ورق میں سب ورق روشن ہوئے
اک رکابی میں ہمیں چودہ طبق روشن ہوئے

گر نہوں دو روٹیاں اور اک پیالہ دال کا — کیسی پھر بگڑے بھرے یاں حال کا اور قال کا
گر نہو روٹی تو کس کا پیر کس کا بالکا — وصف کس منہ سے کروں ان ان کے احوال کا
دو چپاتی کے ورق میں سب ورق روشن ہوئے — اک رکابی میں ہمیں چودہ طبق روشن ہوئے

بیچے ہے اب تو کوئی بلبل بئے کا بچا — اور بیچتا ہے کوئی طوطے بڑے بھاتی کا بچا
مینا بیا لٹورا اور ابلقے کا بچا — تیتر بٹیر سارس تنکڑے کا بچا
سب بیچتے ہیں آکر چیتے کرے کا بچا — ہم بیچتے ہیں یارو لو اژدہے کا بچا

مرزا سعادت یار خاں رنگیں

رنگین تخلص سعادت یار خاں نام تھا شاہ حاتم کے شاگرد رشید تھے جیسا تخلص تھا ویسے ہی رنگین مزاج اور خوش طبع تھے۔ ایک دیوان جس میں ہر قسم کا کلام ہزل۔ ریختی وغیرہ وغیرہ تھا جمع کیا تھا اور اس کا نام نورتن رکھا تھا اصل میں یہ ریختی کے موجد تھے۔ دوسرے لوگوں نے انکا اتباع کیا انشا ان کے ہمقدم قدم چلے اور جان صاحب نے اس راہ میں ٹھوکریں کھائیں۔ زبان بیگمات کی اصل بول چال اور محاورات کے تمام کلام کی بنا ضلع جگت پر رکھدی جس میں خوش طبعی کا اثر بہت کم ہے اور کتابی اور قدرتی فطرتی رنگ کا حال کھلتا ہے برعکس اسکے ان کے یہاں آمد کی بے تکلفی نے ان کے دیوان کے ہر صفحہ کو زعفران زار بنا دیا ہے۔

واری تری جاؤں میں خالق ہے تو خلقت کا
کب مجھ سے بیاں ہووے تری قدرت کا

کچھ مجھکو گناہوں کا خطرہ نہیں محشر میں
چھوڑوں گی نہ میں دامن خاتون قیامت کا

تو وہ ہے جواں جسنے پھر کر دیئے زلیخا کا
یوسف کو کیا مفتوں اس چاند سی صورت کا

پہلو سے گئی واں تک تھا رابعہ بصری کا
یہ شوق دیا تونے کعبہ کی زیارت کا

جورو کی بیٹی تھی تھا واعلہ نام اسکا
طوفاں میں کیا تو نے مورد اسے لعنت کا

اور حضرت عیسیٰ کو بن باپ کیا پیدا
مریم کا رہے دائی خدا ہے تو عصمت کا

اب آئی ہے سب تجھ سے مانگوں ہوں دعائیں
بندی کو پڑے ہوکا رنگیں کی نہ چاہت کا

مجھ پہ طوفان نہ رکھ چاہ کا جل دُور دوا
جھوٹے منہ کا ترے جائیگا اثر نور دوا

ایک تو مشکل فرانی سی تری بیجا سی
تس پہ یوں گھور کے رہتے نجھے مست گھور دوا

پک گیا ہے ترے ہاتھوں سے کلیجہ میرا
تجھکو دوں جاولی کو گر ہو مرا مقدور دوا

اس لگانے سے سکے اور بجھانے سے تپے
ترے تالو میں آتی پڑے سے شور دوا

بڑبڑاتی ہے تو کیا صبح کو کل رو تو سہی
ہے بھلا بری تری کرنی سبے نہ مجھے چور دوا

دوستوں کو مرے دشمن تو کیا ہے تو نے
اور کیا چاہیے کیا ہے نجھے منظور دوا

تیری تو تو نہیں رہتی ہے بھلا جس تس سے
پھر یہ کیوں کرتی ہے رنگیں کا تو مذکور دوا

رات باتوں میں بیان تو نے گزاری انا
صدقہ تیرے کسی ڈھب سے اسے لا ری انا

سوچ اسکا نہو گر مجھکو تو پھر کس کو ہو
جانتی تو نہیں کیا یاری سے بھاری انا

آٹھ آٹھ آنسو رلاتی ہے مجھے اسکی چاہ
روز و شب بہتے ہیں اشک آنکھوں سے جاری انا

ہونی جو ہوئے سو ہو بندی تو لگی شرطی
دل کی اس سے زباں اتو میں ہاری انا

اُٹھتے ہی صبح کو او جاتی ہے رنگیں کے پاس
کہیو سب حال مرا تم ترے واری انا

سنا ہے لے زناخی تو نے بلا حب اگن کا
لگی ہے تب سے کلمہ پڑھنے تو اس خود فرگن کا

چلو چلکر فلانے صاحب میں جھوٹے ڈالکر جھولیں
دوگانہ مینہ برستا ہے مہینہ ہے یہ ساون کا

لگاتی اور بجھاتی ہو مری جاتی ہے جس تسکو
یہ لیکھا جھوٹ جائے یا الٰہی دنائی سوسن کا

کروں قربان میں پشواز کو جانی کی کرتی پر
دوگانہ مجھسے اٹھ سکتا نہیں ہے بوجھ دامن کا

ہلا کر سر کیا کر بات تو مجھسے نہ ہنس ہنس کر
زناخی مارتا ہے مجھکو ڈورا تیری گردن کا

جوانی سے وہ چنچل ہائے آئی جو نظر میری
وہ کون انسان ہو جو غش نہیں رنگین جوبن کا

کل جو مغلانی نے سی لے کے کُرتی انگیا — ہو گئی تنگ کچھاؤں سے نگوڑی انگیا
لے گئی کھول کے تو شب کو دوگانا ساری — ایک بھی سیکے پہننے کو نہ چھوڑی انگیا
ٹھیک پھر گات پہ یہ ہے نہیں بی مغلانی — تنگ اس سے بھی ذرا سیجیو تھوڑی انگیا
رات کو عطر کی شیشی یہ نچوڑی اسنے — کہ سحر اٹھ کے وہ رندی نچوڑی انگیا
دھوئی ہے دیکھیو بے طرح سے کیا ہی اس نے — آج کی کچھ نئی دے کے مروڑی انگیا

ڈوکیاں اور کچھاوے ہوئے سب تار بتار
کچھ کچا کر گئے جو رنگیں نے نچوڑی انگیا

نیند آتی نہیں کمبخت دوانی آ جا — اپنی بیتی کوئی کہہ آج کہانی آ جا
ہاتھ پر تیرے موئی کس کے ہے چھلے کا داغ — دی ہے یہ کس نے تجھے اپنی نشانی آ جا
سبز رنگ ابکے ہو فور وند کا اس سر کی قسم — جوڑا لا کر تو بنھالے کوئی دھانی آ جا
بال ماتھے کے جو دو دیسے لئے ہیں تو نے — نکل تکتی ہے بری آج ڈرانی آ جا

غم سے رنگیں کو نہ میرا تو بنی اُسکے نیچے
مفت برباد ہوئی میری جوانی آ جا

دوگانا کو اور محبوبہ کو دیکھا جو لپٹے — تو پھر کیا گرج کر بھبھوت خوجا
غضب ہے کہ رنگیں کا دل پھاڑنے کو
نیا زہرہ کرتا ہے کرتوت خوجا

دائی تھی جو نٹی گھر اُسکے میں کل چور پڑا — ہوئی باجی وہ مثل چور کے گھر مور پڑا

دن دہاڑے جو چلی آئی تو میرے گھر میں   کل دوگانہ ترے آنے سے بڑا شور پڑا
کوڑھ ہن سے جو دوا تو نے لگائی مہندی   تو ہتھیلی میں مری دیکھ لے یہ چور پڑا
تیری خاطر کروں کب تک میں دوگانا پیاری   تیرا اس بات کا لپکا تجھے در گور پڑا
دیکھ لے تو بھی جیا نام ہے اسکا رنگیں
سر پہ جس کے وہ ڈوپٹہ بھلا بور پڑا

ہونٹھ کو تو نے دوا اپنے بنایا ہی نمک   کیا مرے جوڑے دھڑی کا یہ جمانا تیرا
سب روح اٹھ گئی تو جب بھلا ہی نکلیں   پھر تا بھاتی یہ ہے وہ ساتھ سلانا تیرا
شب کو اس حبشی بچہ نے یہ غضب ڈھالا کیا   جھپٹ کے بہر سے منہ دوگانا کا مری کالا کیا
حق نظر کو کا جو میری تھی جواں جوتی کے بعد   بیٹ گھٹے جب دگیانب دوسرا جالا کیا
کون ایسا ہے دوا جسپر کہ اتراتی ہے تو   کوئی پیدا کیا نیا پھر جا ہنے والا کیا
کچھ نہ دم مارا مری خاطر سے اس نے زنہار   جس جس طور سے چاہا تو دوبالا کیا
اے دوا کس سے کھوئی نگیں کی جھل بازیاں
بیر دوڑانے میں اس نے بات بنگالا کیا

میرے گھر میں زناخی آئی کب   میں نگوڑی بھلا نہائی کب
صبر میرا سمیٹتی ہے وہ   شب کو لیلی تھی چارپائی کب
کل زناخی تھی میرے پاس کدھر   اوڑھے بیٹھی تھی میں رضائی کب
لڑکے مدت سے وہ گئی ہو روٹھ   میری اسکی ہوئی صفائی کب
وہ نہنجتی تو گھر میں اپنے تھی   پاس سے گئی تھی دائی کب
دوڑی لینے کو میں اسے کس دم   پاؤں میں میرے موچ آئی کب

کھانا کھایا تھا میں نے اُسنے کہاں | اور منگوائی تھی ملائی کب
کی تھی شب میں نے کسیجگہ کنگھی | آرسی اُسنے تھی دکھائی کب
ہرگز آتی نہیں ہے سانچ کو آنچ | بیٹھ جاویگی یہ برائی کب
گوندھے سر ہاتھ پاؤں میں رنگیں
اُسنے مہندی مری لگائی کب

تجھ سے ملنے کا رو دتا مجھے ارمان ہو نوج | تو ہے بیدید ترے گھر کوئی مہمان ہو نوج
تاک میں میں تھا چھڑایا ہے خدا نے اتنا | عشق کے بند میں پھر بند مری جان ہو نوج
دوست جو میرے ہیں پچھتاتے ہیں آکر مجھ پاس | دوست کے دوست ابھی مل کے پشیمان ہو نوج
صدقہ حسنین کے جو ہوئے پرائے بس میں | یا علی اُس پہ کسی طرح کا طوفان ہو نوج
ڈھکلا میں نے اسے سخت کڑا ہے رنگیں
آزمایا ۱۲
اے ددا جان کوئی ایسے کے قربان ہو نوج

بمدت ہاتھ آیا ہے مرے | اب ددا میں اسکو چھوڑوں کسطرح
وہ لگاتا ہی نہیں چھاتی کو ہاتھ | اپنی چھاتی میں مروڑوں کسطرح
شیفتہ دل توڑ کر رنگیں مرا
اب تو کہتا ہے میں جوڑوں کسطرح

بھاتا نہیں ہے مجھ کو گنواری ازار بند | لا کر دو ددا وہ پچھے کا لاری ازار بند
جاتا ہے پھول والوں کے میلے میں دو چھا | چنیا کا میں وہ پہنوں گی بھاری ازار بند
ہمسائی پر یہ وقت پڑا ہے کہ نیس دن | بن بن کے بیچتی ہے بچاری ازار بند
ڈھیلی گرہ لگاؤں تو اتنا یہ کہتی ہے | آیا ہے باندھنا نکے واری ازار بند

باندھوں جو کھینچ کر تو یہ کہتی ہے وہ نگھ — کیا کسکے باندھتی ہے تو پیاری ازاربند
اب لاچی کو میں اپنے گھر بلاؤں دو دو بار — اسکو میں اپنے چھپرکھٹ پہ سلاؤں دو دو بار
زہر کر دیتی ہے وہ کھانے کو لاکر مجھے روز — آج سے میں ساتھ اُسکے کھانا کھلاؤں دو دو بار
کیا گئی گذری ہوں میں ایسی کہ جاؤں ڈر کر — اور منا کر ساتھ اپنے اسکو لاؤں دو دو بار
ہوں وہ دن ناپید جسدن بھیجکر دائی وہاں — واسطے اپنے کچھ اس سے میں منگاؤں دو دو بار
ہاتھ آجائے تو اُسے رگڑوں نہیں تلووں کے تلے — اپنی صورت میں مصور سے کھنچاؤں دو دو بار
وہ جو مجھ سے کھینچے ہے اب دور کتنا آپ کو — بن بلائے اب میں اُسکے پاس جاؤں دو دو بار
اُسنے ہمسائے میں آکر گھر لیا تو کیا ہوا — اب اُسے آواز میں اپنی سناؤں دو دو بار

دل پہ میرے نقش ہیں رنگیں کی ساری شوخیاں
اُسکی بھجوائی ہوئی مہندی لگاؤں دو دو بار

کروں میں کہاں تک مدارات روز — نہیں چاہیئے ہے وہی بات روز
مجھے گھر کے لوگوں کا ڈر ہے کمال — کروں کسطرح سے ملاقات روز
مرا تیرا چرچا ہے سب شہر میں — بھلا آؤں کیونکر میں ہر رات روز
کہاں تک سنوں کان لو اڑ گئے — تری سنتے سنتے حکایات روز

گئے ہیں مرے گھر میں سب تجھ کو تاڑ
کیا کر نہ رنگیں اشارات روز

تاش کر باجی نے جب میری پڑھائی پیشواز — میں نے تب سیکر دو ٹکڑے اڑائی پیشواز
کُرتی جالی کی مجھے بھاتی ہے ہلکی ہلکی — کیوں مرے واسطے باجی نے سلائی پیشواز
تو دوا ایک ہی اللہ سے تھا وہ حرفت باز — قادری مانگی تھی تو وہ ڈھونڈھ کے لائی پیشواز

بوجھ سے اسکے کمر لچکی ہی پڑتی ہے مری   کیوں مجھے گھیر کی انا نے پنہائی پشواز

رشک سے منہ پہ بسنتی کے گئی پھول بسنت
میں نے رنگیں پہ بسنتی جو رنگائی پشواز

اتنی بندی نہیں ہے چاہ سے خوش   جتنی گوئیاں کی ہے نباہ سے خوش
اور کی سیج پر نہیں شوقی   میں ہوں اپنی ہی خوابگاہ سے خوش
دوست سے اپنے شل کاہ رہا   میں تو ہوتی ہوں برگ کاہ سے خوش
تیس دن میں کبھی سے ملتی نہیں   ہوں ملاقات گاہ بگاہ سے خوش

خوش ہے رنگیں سے یوں زناخی تو
جیسے ہووے چکور ماہ سے خوش

میں تو ہرگز نہ زناخی سے کروں جان دریغ   اور ترسائے مجھے ملنے کو ارمان دریغ
وہ جو آوے مرے گھر میں تو مجھے جاوے لوٹ   جاؤں گھر اسکے تو مجھسے وہ کرے پان دریغ
مل کی میں ساوی تھی کمبخت کہ اسنے اتنا   نہ کیا میں نے تو مال دل و ایمان دریغ

آج رنگیں کو بلاتی ہوں میں اور گھر میں مرے
کچھ مہیا بھی نہیں عیش کا سامان دریغ

ہو نہ یارب کسی کو چاہ کا شوق   اور جو ہو بھی تو ہو نباہ کا شوق
عشق کی راہ ہے بہت بیڈھب   ہو کسے ایسی بھونڈی راہ کا شوق
مجھ کو اسبات کا نہیں ہو کا   بندی رکھتی ہے گاہ گاہ کا شوق
اب میری دوگانا کو مراد ملی ہے ہو گیا خاک   انسان کی اتنا اسے پہچان ہو گیا خاک
ملتی نہیں وہ مجھ کو تمہیں اب تو بتا دو   اسبات میں اسکا ابھی نقصان ہے کیا خاک

رنگیں سے جو پیغام سلام اُسنے کیا ہے
سوچو تو ذرا جی میں وہ انسان ہے کیا خاک

کنگھی میں کپّی تیل کی انا اوندیل ڈال　　سوکھے ہیں بال سر میں مرے آکے تیل ڈال
یا رب شب جدائی تو ہرگز نہو نصیب　　بندی کو یوں تو چاہے تو کوٹھو میں ڈال
شوق مجھکو آج مسّی کو جو ہی سا بات سے کم　　بولنی مجھ سے دوگانا ہے بہت لاتے کم
چار میں بیٹھ کے ہنس لیتی ہوں منہ میں بھی　　جی میں خوش ہوتی ہوں ہر دم کی ملاقات کے کم
مان کرنی ہو عبث ملنے وہ جوبن پہ دوا　　گات میری بھی نہ تاخی کی نہیں گات سے کم

بھیجتا رہتا ہے رنگیں مجھے پیغام سلام
اور میں آگاہ ہوں اس حرف و حکایات سے کم

کوئی پیس کر خوب سی لال مرچیں　　تری دونوں دیدوں میں بھر جاے آتوں
دعا ہے یہ بندی کی دن رات جی سے　　الٰہی جہاں سے گذر جائے آتوں
کس کی ہے نکتا دری پہنے کنواری چوڑیاں　　رانڈ میاں کی جیا مجھ کو بنھاری چوڑیاں
جھوٹا جوڑا پہنوں میں اتنا یہ جھوٹی بات ہے　　سچے بندوں کی بنالے مجھکو بھاری کھڑیاں
کرکے گی مجھ سے کچھ منہ پھوڑ کر باجی تو پھر　　ٹھنڈی کر ڈالونگی میں ہاتھوں کی ساری چوڑیاں

اب ہوس باقی نہیں رنگیں کہ میں نے بار ہا
پہنیاں سب رنگ کی ہیں بھاری بھاری چوڑیاں

شفقلیں پڑی ہیں جو نظر نہیں تمہاری گوریاں　　اور میں کوٹھے سے اسطرح اُتاری جاؤں
چھلّہ جو پہنا ہے ہر سلونی کی انگوٹھی سی ارت　　یا ٹھکرانی کدھر اب میں بچاری جاؤں
مانا نہیں رنگیں کہ میں اپنے گھر تک　　شہر میں کرتی ہوئی تاکہ و زاری جاؤں

گر چہ زناخی جیسی نیلی نہیں ہون میں ‏ لیکن ازار بند کی ڈھیلی نہیں ہون مین
یہ بولتی ہون بول بڑا خاک چاٹ کر ‏ گوئیان کی طرح جھاڑ کی تیلی نہیں ہون مین
ہے دوست سبکی آنکھو نکی پتلی تو ملے بوا ‏ بی بی ہون گھر کی میں بھی رنگیلی نہین ہون مین

ہین حرفتیں بھری مرے رگ رگ مین کوٹ کر
رنگین تری طرح سے رنگیلی نہیں ہون مین

تو آج داد دے تو لہو پیوے ہمارا ‏ تجھ بن نہیں کچھ سیر شب ماہ کی گوئیاں
اب تجھسے خدا سمجھے تو ہے زہر کی اک گانٹھ ‏ تجھ پر کہیں بجلی پڑے درگاہ کی گوئیاں

ہے دل مین ہوس اپنے تو رنگین کی ہوس ہے
خواہش ہے نہ دولت کی نہ کچھ جاہ کی گوئیان

طبیعت چاہتی ہے اُس کو میری ‏ کبھی اُس سے بھلا کب تک رہو نمین
جھپٹتا ہے وہ سو سو بار آکر ‏ بچی اوس سے بھلا کب تک رہو نمین
لڑا کرتا ہے وہ مجھسے ہمیشہ ‏ ملی اُس سے بھلا کب تک رہو نمین

بُرا مجھکو سمجھتا ہے گا رنگین
بھلی اوس سے بھلا کب تک رہو نمین

جو ہونی تھی سو بات ہولی کہارو ‏ چلو لے چلو میری ڈولی کہارو
بکھیر جاؤ نگری سے مرجاؤ سارے ‏ لگے تم کو ایسی ہی گولی کہارو
چلو ہو گئے ہولے دہمک سے تبختی ‏ گئی سب مسک میری چولی کہارو
مرے مغز کے بس اوڑاؤ نہ کیڑے ‏ سناؤ نہ اپنی یہ بولی کہارو
الٰہی کرے نکلے تالو مین گلٹی ‏ یہ جیسی زبان تمنے کھولی کہارو
جو ہے لو تری ڈولی سے مین تہ مین تمنے ‏ پٹاری میری سب ٹٹولی کہارو

علی کی قسم مین نہ دونگی کہاری — مجھے سمجھو تم نہ بھولی کہارو

ذرا گھر کو رنگین کے تحقیق کر لو

یہاں سے ہے کئے پیسے ڈولی کہارو

تو تو محرم نہین مت ہاتھ لگا چھاتی کو — سخت بے رحم ہے تو اوہی مری جان گئی

بولے وہ کہ آؤ گی کب مین نے تب ان سے یہ کہا — بندی ہرگز نہین ابتک کہین مہمان گئی

ٹیس پیڑو میں اٹھی اوہی مری جان گئی — مت ستا مجھکو دوگانا تیرے قربان گئی

تجھسے جبتک نہ ملی تھی مجھے کچھ دکھ ہی نہ تھا — ہاتھ ملتی ہون لہ تیری بات کو کیون مان گئی

زہر لگتی ہے مجھے تیری یہ چہل بازی — یاں تیرے آنے سے باجی تجھے پہچان گئی

تیری رنگین سے کہین آنکھ لڑی کیا سچ کہدے

کچھ تو گھبرائی ہوئی پھرتی ہے اوسان گئی

شکل باجی کی جو یاد آتی ہے — تو ابھی روح نکل جاتی ہے

کھو جڑا جائے میری آنکھوں کا — نیند کیون اس کو نہین آتی ہے

کوئی کمبخت سے ملے گا آکر — کچھ دھڑکتی جو مری چھاتی ہے

آج دروازے پہ نوبت جو دہر گائی جاتی ہے — میرے کو کاکی جی گود بھری جاتی ہے

میرے چھوچھو کی ابھی کوئی پڑہاوے پشواز — پر مجھے اوسکے فنجتی دھری جاتی ہے

سامنے میرے کو کاکے لیے ہٹ دائی — تری صورت سے وہ دڑ بوک ڈری جاتی ہے

میری پرواہ نہین رنگین کو اری انا جان

اسکے پاس ایک نئی روز پری جاتی ہے

کل وہ لشکر کو سدھارے گا سنا ہے مینے — جا کے لاوے تو مجھے اوسکی نشانی باندی

اور تو کیا کسی لوٹھے سے تجھے دو ٹکی بیاہ   لاے گر اُس کا تو پیغام زبانی باندی

میری طرف سے کچھ تو ترے دل میں چور ہے   مین نے سمجھ لیا تو دوگانا گھمنور ہے
اتنا بڑا ہی بیسا ہے اک اُو تکی ناک پر   جتنی بلوای دوا میری اونگلی کی پور ہے
شاید کہ ہوگیا میرا اینٹھا برس شروع   کرکا کچھ ان دنوں تیری چاہت کا شور ہے

تیری قسم گنواری اُسے جانتی ہوں میں
لونڈی کو کہہ رنگین جو کوئی کہتی بند ور ہے

مین تو وہ اوڑھنے کی نہیں کل اوڑھنی   باجی مجھے اوڑھا دو جھلا جھل کی اوڑھنی
بھیجا ہے گرٹ کا یہ دوپٹہ مجھے یہ خوش   اور آپ اوڑھو مجھین ململ کی اوڑھنی
گرمی کے مارے ناک مین آئی ہے میری جان   انا اوڑھا دے لاے کوئی ہلکی اوڑھنی
ہو سات اوسکو کتنے میں جی جس بہار مین   سر پر ہوا کے ہوتی ہے بادل کی اوڑھنی
پہونچی لچک کمر کو اُسے لوگو دوڑیو   کوٹے تلک جو سر سے مرے ڈھلکی اوڑھنی

بھاری نبت ننگا مے کہ سر پر لگا دن مین
سر پر مرے ٹہرتی نہین ہلکی اوڑھنی

بٹھا دیا مجھے رنگین کے دام مین ناحق   کٹے الٰہی کرے ناک میری ودانی کی
کٹو کتا ابھی تو نہین ہے مروا اسکو کوئی   اتنا اتراتی ہے جو جا پہ دوا کس واسطے

ریختی کہنی اجی رنگین کی یہ ایجاد ہے
مُنھ خراما ہے موا انشا جیا کس واسطے

نکلا عید کا چاند جو گھر سے نکل دالانکلا آج   کیوں نہ پھیروں مین ایلی گلی اور پالا انکلا آج

مجھکو روتا دیکھکر بولی دوا زاری تکمر   تیرے صدقہ ہوکے مر جاؤں مین بھی ہماری گر

ہر مہینہ میں کرتے تھے مجھے بھول کے دن ۔ بالے اب کے تو مجھے ٹل گئے معمول کے دن
اب کہ یہ عہد ہے کہ جو بارہ وفات ہو ۔ تو میرے اور تیرے دوگانا وہ بات ہو
دل ہو خون اور حنا کو بہاگ لگے ۔ اس تری مصفی کو آگ لگے
ہو گیا چاک جگر کا مجھے سینا بھاری ۔ دشمنوں پر ہے ترا اب کا جینا بھاری
تو نے منت کی نبھائی جو یہ نیلی بیڑی ۔ تو ذرا جان مری ہو گئی نیلی ایڑی
بھول کر بھی جو کسی اور کے گھر بھول پڑے ۔ تو الٰہی کرے گوٹیاں مرے گھر بھول پڑے

رباعی

کیوں آپکو تیرے پیچھے ہلکان کروں ۔ کیوں اوٹھنے کا تیرے دل میں ارمان کروں
میں چاہ کے تجھکو مفت بدنام ہوے ۔ رنگین چل دور تجھکو قربان کروں
کہ کا تجھکو لگی ہے چاہ ہوئی تو ۔ سچ کہہ تو کہ ہے کس سے تجھے راہ ہوئی
رنگین ہے کون جسکا لے کر نام ۔ کہتی ہے ہر دم یہی تو آہ موئی تو

غزل نامعلوم

یورپ سے ہو کے ہند میں جب آنے مانگتا ۔ ہم جورو لوگ گاڑی میں بھلانے مانگتا
ہم ویسی حسد دیکھ لیا گستہ کر لیا ۔ بو فول کہہ کے میرہ کو ہم کھانے مانگتا
ہم باپ ممادا لوگ کو پاگل بنا دیا ۔ یورپ کا پاٹ ہند میں پھیلانے مانگتا
کرتا بہت سا گھسا ہوں ہوتا ہے دن کو رب ۔ جب دیسی بھائی ملنے ہیں آتے مانگتا
پیتا ہے دودھ ماں کا یہ بیوقوف لوگ ۔ ہم ڈوڈھ فرکا بچے کو پلانے مانگتا

محسن و عنقا بیگم

آپکا اسم شریف محمد محسن خانصاحب ہے اور تخلص محسن اور عنقا بیگم دونون فرماتے ہیں خاندور کے رہنے والے ہیں، آپ کے کلام مین دلی اور لکھنؤ دونون خطّہ کی زبانون کا لطف ہے۔ جسمین شوخی۔ مذاق۔ رمز۔ کنایہ سب ہی کچھ موجود ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ خواہشات سے آپ سے آپ نے اپنی شاعری کو بہت بچایا ہے۔ خیالات انوکھے اور طرز بیان بھی نیا ہے۔ بہت خوب فرماتے ہین نمونتاً کچھ کلام پیش کرتا ہون۔

ہوتا بسم اللہ سے آغاز ہے دیوان کا
راز سر بستہ ہے وہ باجی یہ قرآن کا

ابن مریم تھا ثنا خوان بعثت قرآن کا
کیون نہ قرآن پر قربان دل انسان کا

پہلے نفرت تھی ہوا پھر اُس سے اُلفت ہو گئی
ہو گیا یوسف بھی شیدائی زلیخا جان کا

رہنما ہے راہ حق گویاں۔ فقط قرآن ہے
ہادیِ کامل ہے وہ اسلام کے ایمان کا

اسلئے عیسائی و موسائی ہین شیدائے حسن
ذکر ہے انجیل مین توریت میں قرآن کا

چشم یکتائی سے دیکھو تم اگر چھپی اُسے
خالق اکبر ہے مطلب رام اور بھگوان کا

گلشن نعت نبیؐ مین بلبل دیوانہ وار
ہے ترانہ سنج محسن اُس گل یزدان کا

سدا باعصمت ہیں اور حیا ہے۔ ہے شرم باجی شعار اپنا
وہ کھیڑ دانگا ہے مسخرا ہے بتائیں ہم لوگ یا سا پنا
ہے یا مندی کو بھی وہ لٹکا۔ پھرے گا کھیڑا وہ بھٹکا بھٹکا
نہیں نگوڑے کا کچھ بھی کھٹکا۔ ہو کوئی دشمن ہزار اپنا

ملیگا پھر کب یہ وار گوئیان - وہ تیغ ابرو کی مار گوئیان
گرے نگوڑا سوار گوئیان - نچھوڑ داری شکار اپنا
لگا رڑو نگی مین بھی حال گھر کا - وہ ڈالین بھبر دبال گھر کا
کھلائین نڈی کو مال گھر کا - نکالین مجھ پر غبار گھر کا
ہے آنے وڈولی کھلا ہوا بی - امام باڑہ بھی کربلا بھی
نگوڑے لڑتے ہین کیون بوا جی - حساب کر لین کہار اپنا
نہ جساو کسی کے در پہ محسن - بلا سے رنڈی کو گھر پہ محسن
دھر دیہ اورون کے سر پہ محسن - اتار دو سر سے بار اپنا

پھر گیا طبلہ بجھانے آج گوھر جان کا — کیسا سنگا ہے نگوڑا باپ چندر بھان کا
خاک گاتا نگوڑا شیخ اپنی بزم مین — جانتا سر ہی نہین بھڑوا جو اپنی تان کا
چھانتے ہین رات بھر دلہ میان جھلے کی کہا — خاک نکلے حوصلہ پھر حسرت و ارمان کا
باندان بھڑوے کے سر پہ مار دونگی آج مین تو — سوت بھیجا ہوا کیا کھایا جو بیڑا پان کا

کیون نہ رنجیدہ ہو محسن وہ بیننے سے بوا
خط نہین لاہور سے آیا الٰہی جان کا

عجب بلا مین پھنسی ہوں گوئیان - مین اُس نگوڑے سے دل لگا کر
یہ درد زن ہو بیٹھی جو رات سوئی - ہوں مین بالک سے پلک لگا کر
کھلے ہین ایام حیدری کے - پڑی ہے گھر مین وہ شیخ جی کے
جلائینگے ہم چراغ گھی کے مزد مسجد مین آج جا کر
بلا کی شوخی زبان مین ہے - ستم کا جادو بیان مین ہے
وہ موہنی آن بان مین ہے کہ مار ڈالا لبھا لبھا کر

لگائے کیا کیا وزیر بیگم ۔ نگاہِ خونی کے تیر بیگم
بنایا دل کو اسیر بیگم کمان ابرو چڑھا چڑھا کر

بگاڑتی کیوں ہے اپنا جوبن ۔ ہے چند روزہ ہوائے گلشن
نہ نشہ مستی نہ پان ساقن اری دیوانی خدا خدا کر

ستو دل کبھو نظر کباب شب بھر شباب بکو عذاب شب بھر
تو پلاتے ہیں وہ شراب شب بھر ۔ ہوئی جمہائیں بلا بلا کر تو

بہار گلشن عیاں ہے اُس میں ۔ ادائے بلبل نہاں ہے اُس میں
وہ عقعقا بیگم زباں ہے اُس میں ۔ کرا مڈا الا لیہا کیہا کر

وہ اُلٹے اُلٹے سبق سنائے کرا مڑا الاجلا جلا کر
بگاڑا کسبی نے ان کو یا جی سکھا سکھا کر سکھا سکھا کر

ہوا یہ بیگم ہے لکھنؤ کی ۔ بڑی ہے دھوم اسکی گفتگو کی
فدا جو آنکھ اُس سے دو بدو کی تو اُس نے مارا جلا جلا کر

شگھڑ سیانی تو ہو کے جانی ۔ خراب کرتی ہے زندگانی
جوانی ہوتی تو ہے دوانی ۔ مگر نہ یوں شرم بھون کھا کر

کہاں سے ائے گا دم سوادہ ۔ بڑا ہی دمباز ہے لبادہ
سراپا شعلہ سوا تھا وہ جیسے تمگوڑی اڑا اڑا کر

ہو روبرو وہ کہ دو بدو کی ۔ نگوڑی ہے بات آبرو کی
اُڑا کے دنیا میں لکھنؤ کی بنا دیا کیا کیا بنا بنا کر

یہ رنگینی ہے پری ہے یا گل ۔ وہاں ہے یاں کی سرشت بلبل
مہو میں ہے بار سنبل شمیم محسن انکا اڑا اڑا کر

ہے دل مین حسرت کمال گوہر ہون عاشق خستہ حال گوہر
ہمک رہی ہون غم سے منہ بال گوہر دکھا دو گویان جمال گوہر
حسین بھی ہین جوان بھی ہین جبین پہ شاہی نشان بھی ہین
ادائین بانکی ہین آن بھی ہین مین واری اُن کو تہ نال گوہر
موئی نے پہلے کیا تھا ڈپٹا جو چھوٹا ڈپٹی تو تجھ سے لپٹی ہو
کسی سے چپٹی کسی سے چھپٹی برا ہے نیلم کا حال گوہر
سخن کی دلہن بہار پہ ہے بہار مضمون ابھار پہ ہے
کلام محسن نکھار پہ ہے غزل حسرت کمال گوہر

ناچار نہ یون کے سامنے تنہا ہوکر
زیب دیتا نہین مرشد کو یہ آقا ہوکر

جائیگا شیخ نگوڑا یہ سیدھا ہوکر
شوخیان کرتا ہے مجھسے بڑا گھٹنا ہوکر

کر لی مغلانی کی بھی چھوکری رسوا ہوکر
باز آتا نہین دولہا میرا بوڑھا ہوکر

یہ رسیلا یہ رنگیلا یہ سجیلا ہوکر
بھولکی والی پہ مرا مرنا ہے مرزا ہوکر

جب سے کنجڑن کو کیا شیخ نے شیدا ہوکر
رہ گیا سوکھ کے امچور کا چھلکا ہوکر

کیا کہون کو کلا بیگم کی کہانی گوئیان
پڑ گئی ناغ کے بس مین مری عنقا ہوکر

پھیکی دور ہوا ے فکر عالم جو کرے
کچھ علاج دل بیمار مسیحا ہوکر

کچھ نہین شاعر گستاخ سے امید وفا
لگتا محسن ہے مجھے زہر کی پڑیا ہوکر

پڑی گھگھوڑی چمار کے بس ۔ کمہار کے بس ۔ کھنار کے بس
بچائے واحد ہزار کے بس ۔ مگر نہ ہرجائی یار کے بس
جو آنکھ گوہر لگا رہی ہو تو ۔ مین گوئیان کون ہون اشک کھوتی

کبھی یوں بھوٹ بھوٹ روئی۔ اگر ہیں ہوتی چھاؤ کے بس
شطرنج کی سرحد میں آپ جائیں۔ نہ مارکالے کبھی آپ کھائیں
نہ دیدہ و دانستہ آپ آئیں۔ ہائے کھنچو کے مار کے بس
اُڑی یہ جا جا کے دس میں بیگم۔ مریخ کے گی ہوں ہیں بیگم
نہیں نشہ اُن کے بس میں بیگم۔ وہ ہیں نگوڑے خمار کے بس
تھے پہلے کچھ بھی ضعیف قبلہ۔ ہوئے سو اب نحیف قبلہ
نہ ہوں کیونکر خفیف قبلہ۔ پڑے ہیں اگر چار چار کے بس
ہوا تھا گھر سے پھر چھ کا۔ ہے خام بارا بڑی لڑاکا
کوئی نہ بنا بنا خدا کا۔ ہوا ایسی بے شرم نار کے بس
ہرن نوج عیار یار ایسے۔ نگوڑے بھاگ نکلے شیخ جیسے
نہ نکلے ڈولی کے چار جیسے۔ پڑی نگوڑا کہار کے بس
تو آئی چھپا گلی نہ مالا۔ جو کب سے پیٹ نگوڑی خالا
ہمارا زیور گھسائی ڈالا۔ ہو نوج کوئی سنار کے بس
فنا جو ہم اُس سوار پر ہیں۔ تو خالہ وہ کب قرار پر ہیں
فدا وہ پھولوں کے ہار پر ہیں۔ ہیں دل نیش الور کے فار کے بس
ہے عنقا بیگم حیا کی بندی۔ ہے اچھے محسن ولا کی بندی
ہو نوج کوئی خدا کی بندی۔ تمہارے جیسے نگار کے بس
لگی ہے تن کے چمن میں باجی یہ کس شمع رو کی پیاری آتش
وہ شکلی رہ رہ کے ہجر کے شب۔ بنی میں سامنے کی ساری آتش
وہ اٹھتا جوبن چڑھی جوانی بھلی وہ مستانی اور وہ ا ئی لہ

بلاسے جو شوخ ہو پرہے پٹھانی رغضب کی رکھتی ہے ناری آتش
ہزار پانی پڑے جو آسیرہ رہ رہی جا بجا لگی تیز اور تر
بجھائے کیسی نگوڑی آکر۔ تمھاری آتش، تمھاری آتش
ہے دل میں اس درجہ خنکی گوئیاں۔ کسی نے کی لاکھ گرمی گوئیاں
نہ سلگی گوئیاں نہ سلگی گوئیاں۔ ہماری آتش۔ ہماری آتش
جو ٹھی حرارت جو کھا کے انٹے۔ بلایا کسی کو کر کے گنڈے
لگا کے تن من رہے جو ٹھنڈے۔ تو مرزا جی کی سدا ہری آتش
بہت ہی رکھنا چھپا کے دل کو۔ بچا کے دل کو۔ بچا کے دل کو
لگا کے دل کو لگا کے دل کو نہ گھر میں گوئیاں لگا رکھی آتش
ہے دل کی حسرت بھی آگ گوہر۔ سلگتی رہتی ہے دل کے اندر
بھڑکنا اسکا نہیں ہے بہتر۔ بجھاری آتش بجھاری آتش
ہے عنقا بیگم غبار دل میں۔ نگوڑا کیا کیا بخار دل میں
ہے رشک برق و شرار دل میں۔ ہے آہ اپنی دلاری آتش

کریگا خاک موا بیوفا وفا کا لحاظ ۔ نہ بوڑھی اماں کی جسکو ہو التجا کا لحاظ
کوئی تو بات ہے دولہ میں شرم کی باجی ۔ جو کرتے بات کو لوہ سے ہیں بلا کا لحاظ
کریگا خاک موا آنکھ اور ناک کی شرم ۔ نہ جسکی آنکھ میں مطلق ہو ماشما کا لحاظ
وفا کی خاک ہو امید اس ستمگر سے ۔ کہ جسکی خاک میں مخلوط ہو جفا کا لحاظ
نہ چھوڑو دامن شمشیر خدا لیا عنقا
کرینگے آپ وہ مشکل کشا۔ وفا کا لحاظ

رنڈی نگوڑی کی ہے فقط گھات کا لحاظ ۔ دن کا لحاظ ہے نہ انھیں رات کا لحاظ

ہیں چلتے پرزے کرتے ہیں ہر بات کا لحاظ
حرکات کی بھی فکر ہے سکنات کا لحاظ

اوئی باجی کبھی نوج کرے ایسے شغل کو
تعویذ گنڈے سحر و کرامات کا لحاظ

پینے میں شغل گل کی رعایت بھی ہو بھلا
ٹھنڈی ہوا کا موسم برسات کا لحاظ

حاجت روائی کرتے ہیں کیسی ہوئی رواں
رکھا روا نہ قبلۂ حاجات کا لحاظ

کہتا ہے کون آپ مناعی نہ لاسیئے
پر ہو حضور سب سے مساوات کا لحاظ

مانا کہ پردہ والی سے کچھ بات ہی نہیں
کیوں بات بات پہ ہے مساۃ کا لحاظ

کرو صفائی باجی کہ دولہ ہیں بجنطا
کرتے نہیں عدو کی روایات کا لحاظ

افسوس تو یہی ہے کہ عنقا ہوا نہیں
محسن نگوڑے مارے کو کچھ بات کا لحاظ

خانۂ دل میں کیا ہے عشق نے روشن چراغ
جا بجا ہے شمع مجکو نے سر مدفن چراغ

گرمیٔ جوشش ستم نے کر دیا تن من چراغ
بنگیا ہر ایک گریبان - رشتۂ دامن چراغ

بس اسی غم میں ہمارا کنج دل تاریک ہے
وہ نہیں بھولا جلانے کا سر مدفن چراغ

دولہ بھائی گر پڑیں - ٹھوکر لگے یا چوٹ آئے
کیوں نہیں رکھتی ہو دلہن تم پس چلمن چراغ

گل پڑے ہیں دم نہیں - دھباز بھی سلفہ ہوئے
آج گل ہیں شام ہی سے کیوں ہوا ساقن چراغ

پہنے جوا بیلے ہیں سے رات اس نے ہار پھول کو

گو عطر شبنم سے گل کا بن گیا جوبن چراغ
کرکے ترکون سے تجارت ہند کی کان گہر
روغن اسلام سے ہے دولت جرمن چراغ
بدگمانی دیکھنا مین ہو گئی بیت الخلا ٹو ٹو
پیچھے پیچھے آگیا لیکر ہوا بدظن چراغ
نوج ہو عیار ایسا دن دھاڑے لوٹ ہے
دل چرا لیتا ہے رکھکر ہاتھ پر پرفن چراغ
تھے جب ڈالے گدا شمین شب تاریک مین
بن گیا محسن ہمارا گوشہ دامن چراغ
دکھاؤ تن تن گھڑی نہ موہن۔ گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے
ہے چندروزہ یہ حسن و جوبن۔ گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے
فراز کھٹکا نشیب کا ہے۔ ہوا یہ عالم فریب کا ہے
صدا ہے گھڑیال کی یہ ٹھن ٹھن گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے
کہا جو عنقا نے جاؤنگی اب۔ حضور کل دو تک آؤن کی اب
تو کہتے کیا ہین پکڑ کے دامن۔ گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے
نہ رہ تو بیگم لباس شہدی۔ جو رکھے رنڈی سوا دہ شہدی
تو تو بھی جا جا کے کھیل ساون۔ گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے
یہ پیچ پردہ مین گار باجی۔ کسی سے مت تو لگا رہا جی
اڑے گا یا دفنا سے چلمن گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے

جوکر لکھنوی

آپ لکھنؤ کے ایک نہایت معزز طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں آپ کی شاعری ظرافت کی روح رواں ہے ہر شعر سے بندش استادانہ اور خیالات بلند اور پختہ کاری کا پتہ چلتا ہے ۔ نہایت زندہ دل خوش خلق نیک مزاج ہیں ہم نہایت شکریہ کے ساتھ آپکے کلام کو درج کرتے ہیں کہ آپنے ہماری استدعا پر کلام عنایت فرمایا

چمن میں اونکی کوٹھی سے بلند اپنا مکان ہوتا
کہ اونکے جھونجھ کے اوپر ہمارا آشیان ہوتا

اگر وحشت کی لیتا قیس اور محو فغان ہوتا
تو بی لیلےٰ کے اوپر اونٹ اوسپر ساربان ہوتا

کسی کے کان پھٹ جاتے تو کوئی گونگا ہو جاتا
اگر بندہ نصیب دشمنان محو فغان ہوتا

قفس میں آب و دانہ مفت کا ملتا یہ بچت ہوتی
گر ایسے پر جلا دیتا جو میرا آشیان ہوتا

میں دبلا اور وہ موٹے جھبکی سٹکے یہ کیا چستی
جو اوچکاتے وہ اپنی توند تو پھر میں کہاں ہوتا

حسین جتنے ہیں دیسی تھے بناتے جھنڈیاں اوسکی
جو سن بائیس میں سر گریبان دھجیان ہوتا

گذرتیں اونٹ کے کوہان پر سب وصل کی راتیں
اگر خود ناقۂ لیلےٰ کا مجنون ساربان ہوتا

کسی کے دشمن گھر کے کھیلنے میں کام آ جاتا
میرا دل دل نہ ہوتا کاش املی کا چیان ہوتا

بسیرے کیلئے پھر کیوں کسی کی جھونجھ میں گھستا
مرے صیاد جوکر کا اگر آج آشیان ہوتا

دیگر

ناخوش ہوئے ہیں گرمئی روز شمار سے
مردے نکل کے بھاگ رہے ہیں مزار سے

گذرا جو قیس آدمیوں کی قطار سے
لیلےٰ کے ساربان نے باندھا مہار سے

رکھے ہیں بال کھود میرے سوگوار سے
تھوڑا سا تیل لیلےٰ چراغ مزار سے

بانٹتا ہیں پر دیکھو میں یہ کسے قیس کی
لیلیٰ ضرور جا لگی ہوگی دراز سے

رہتا مقیم ہوتا جو کہیں تنگ آدمی
دنیا نہ پڑتا گردش لیل و نہار سے

حاجت نہ ہوئی جو چولہا بنا نیکی یار کو
کچھ لیکے کھود لے گیا میرے مزار سے

لنگڑیاں دیکھے ٹکڑوں کی زلف دوتا کی ڈور
الفت میں پیچ پڑ گیا اب تا نگدار سے

مجھ بیمار عنایتیں ہیں تو غیروں کو چھوڑ دیجئے
کب سو مریض اچھے ہوئے اک انار سے

وعدہ میں تیرے جھوٹ کا یہ جب اسقدر نمو
جو لڑ سے گر پڑے نظر اعتبار سے

وہ یوں گریز کرتے رہے ہیں جو کر کی شکل سے
جسطرح بھاگتا ہوا کوئی بھوت مار سے

دیگر

اولاد ہے آدم کی مانا کہ ہے سودائی
اس بار شتے سے تو مجنوں لیلیٰ کا ہوا بھائی

کھاتے ہیں قلابازی سب تیرے تماشائی
کس قسم کی ورزش ہے ظالم تیری انگڑائی

جب پردہ محمل سے لیلیٰ اٹھی تماشائی
مجنوں نے حماقت کی اگر چلو کھینچ نہ دکھلائی

عشاق گرے جا سنبھے باری شب تنہائی
یہ کہتی ہوئی بھاگی میں مردود نکھو کیوں آئی

کیوں ہر کس و ناکس کے مردکو جلاتے ہو
ٹھینگے میں نہ ملجائے اک روز مسیحائی

دم ادنکا دم رخصت کام آیا بہت میرے
وہ مچھو گئے اوٹھ کے جب جھینک مجھے آئی

کمبخت کو کنگھی سے فرصت ہی نہیں ہوتی
اللہ کرے اوسیر عاشق ہو کوئی نائی

یوں لیلی و مجنوں کو ہم عمر جڑھاتے تھے
تسلیم بڑی بھابی - آداب بڑے بھائی

جب سامنے آتا ہوں نام لیکے کی ہنستے ہو
آخر تمھیں جو کر کی کیا چیز پسند آئی

دیگر

منہ شیخ نہ تک شفتہ زلف دوتا کے
ڈاڑھی کو تری تو بچ نہ لے ہاتھ بڑھا کے

ٹلکے نہ کبھی پاؤں مری قبر پہ آ کے
رہتے ہیں سوار آپ تو گھوڑے پہ ہوا کے

صیاد کا بندر ہے مرے جو بچہ کا دشمن
اللہ کرے گر پڑے یہ پھنگی پہ جا کے

جو آہ میری صبر میں حارج ہوئی اوسکو
بالائے ہوا پھینک دیا ٹانگ گھما کے

دیکھوں تو گر آتا ہے فلک سے برق کہاں تک
رکھتا ہوں میں ہر باغ میں سیتھو تھمبہ لگا کے

سوجھا ہے جو ایدل اوسے کہنا نہ کسی سے
آنے تو دے مہندی اونہیں پاؤں میں لگا کے

کوئی مجھے اس بھول بھلیاں سے نکالے
رہتا ہوں در یاتیہ میں گھوم گھما کے

جب بجر کر کھلجاتی ہے مجنوں کی کبھی آنکھ
دیتا ہوں اذان اونٹ کے کوہان پہ جا کے

جو کر تیرے انداز ظرافت کے تصدق
رنگ اپنا جماتا ہے مری محفل کو ہنسا کے

دیگر

دل توڑ دیا میرا اوس بت نے تو یہ جانا
بجائیگا وہاں تکیہ ٹوٹا جو صنم خانا

مقتل میں یہ کہتا ہوں میں لیسے کہ نہ گھبرانا
جب قتل کا وقت آئے چپکے سے کھسک جانا

مجنوں کی طرح ہوتا فرزند بھی دیوانہ
اللہ جو لیلے کو دکھلاتا زچہ خانہ

دھوکے میں کسے دیدی یہ کون تھا اے ساقی
میخواروں کے جھرمٹ میں واعظ کو نہ پہچانا

ساقی سے میرے کسکی ہمت ہے جو مے ملکے
ایک ہاتھ میں جوتا ہے اک ہاتھ میں پیمانہ

آنکھوں میں مزے کا مل جاتے ہو عدو کے گھر
اللہ کرے رستے میں ملجائے کوئی کانا

آہ دل سوزاں ہے یا آنچ ہے چلمونکی
عشاق کی محفل ہے یا کوئی چرس خانہ

دھڑکن سے میرا دل ابھی کچھ کم نہیں منہ ٹھک سے
ادنے سا کرشمہ ہے دو ہاتھ اوچھل جانا

وہ کہتے ہیں لے جھکر جو جاتے ہیں البیلے کر
میری بھی جوانی ہے اور تو بھی ہے مستانہ

دیگر

ہے دعویٰ مردوٹی کیپر کا یہ منظر خستہ سامان ہے
کہ سارا چوک ہے اور ایک تجو کر کا گریبان ہے

ادھر دریائے خون جاری ادھر انبار مردوں کے
یہ کوئی مرگھٹا ہے یا زمین کوئے جانان ہے

یہ شام وصل آخر دو دکھیونگی ضرورت کیا
تکلف برطرف جب ایک ہم دونو کا ارمان ہے

اونہیں جلاد سے سرگوشیاں کرتے جو ہیں دیکھا
تو میں یہ کہنے لگا اب بیان کچھ اور سامان ہے

عجب کیا ہے جو وحشی حرکتوں سے اپنی باز آئے
اگر سب ملکے چلائیں گریبان ہے گریبان ہے

وہ شہر میں جو پوچھی اوسنے خیر و عافیت دل کی
تو فرمایا کہ وہ شیشہ تو زیب طاق نسیان ہے

کیا ہے گردش ایام نے ایسے کو بھی پاگل
لئے ہے چیتھڑے کہتی ہے مجنون کا گریبان ہے

زمین کے اس طرف آباد ہیں ساحل امریکہ
تو کیا یہ ملک بھی سنجلا گور غریبان ہے

ہزاروں ہی سڑی سودائی اسنے کر دئے پیدا
میاں جو کر یہ دنیا کیا ہے دیوانوں کی کان ہے

دیگر

مرینگے غیر مل ملکر سر محفل ہنسی ہوگی
مزا آجائیگا جب ہمسے تمسے دل لگی ہوگی

وہ دن نزدیک ہی اس گھر میں اک شادی رچی ہوگی
ہمارا چھوکرا ہوگا تمہاری چھوکری ہوگی

جو حال آیا تو یہ حالت تمہاری شیخ جی ہوگی
بندھینگے پاؤں میں گھنگرو گلے میں ڈھولکی ہوگی

شریک بزم جاناں بند کر لو اپنی آنکھوں کو
وہ آتے ہیں نقاب اُلٹے ہوئے بے پردگی ہوگی

نگاہوں سے تمہاری ڈرنے والے اور ہی ہونگے
دکھائی آنکھ اگر مجکو تو انگلی ہو نکلی ہوگی

اُسے تو آپ ہی شاید کہینگے اپنا دیوانہ
رہیگے جسم بھر میں اک لنگوٹی گیروی ہوگی

میں سنتا ہوں کمر معشوق کی معدوم ہوتی ہے
وہ کیا شئے ہے جو اوسنے مثل پر میسر کسی ہوگی

گلہ جائیگا کوئی انتظار شوق وصلت میں تو
خدا کی مار تم پر اب یہ کنگھی ختم بھی ہوگی

بڑھا دی حضرتِ گاندھی نے بیداری ترکوں کی — بلا جا ہے تو یہ سننے میں لادی مصطفیٰ ہو گی
طوافِ کعبہ بھی کر کے مقدس جو نہیں ٹھہرا — خرِ عیسیٰ بنے گا میر جسکی وہ گدھی ہو گی

ہزاروں ہونگے معنی مختلف اوس میں الگ جوکر
کوئی سمجھے گا کیا ایسی ہماری ندرگری ہو گی

دیگر

ورے بیاں کے لئے ہے بجز وہاں کے لیے — یہاں زباں کے لئے ہے زباں یہاں کیلئے
کبھی یہاں کے لئے اور کبھی وہاں کیلئے — میں صاف کیا کہوں لہجہ کہاں کہاں کیلئے
دل کے قیس کے نالوں نے کہا گیا گدا — قفس بنگائی ہے لیلی نے ساربان کیلئے
لگائے یار نہ جو نہ تو دل درست نہ ہو — یہی تو ایک مرست ہے اس مکان کے لئے
سوال وصل یہ مدعی کرنی بناوٹ کی — ہزار طرح کے نخرے ہیں ملک ہاں کیلئے
میں چنکے لایا ہوں بہرام گھاٹ کی لٹھے — بہت حقیر یہ تنکے ہیں آشیاں کیلئے
ہیں فصل انبہ میں کچھ یاد کرکے رو دینگا — اثر عجب ہے ایسے میرے دل نے پی کہاں کیلئے
یہ بولا طائر دل میرے قفس کے جاکر — عجیب شاخ ملی مجکو آشیاں کیلئے
نقاب بینک بھی دونو چلے ادہر دیکھو — کہ منہ چھپانا بھی اک ننگ ہے جواں کیلئے
ہزار عاشقوں کا خون سینچے لیکن — کہاں وہ بات جو تھی قیس اخان کیلئے

یہ کوئی کھیل نہیں ہے ذرا خیال ہے
دیا ہے دل تمہیں جو کرنے امتحان کیلئے

ذکی لکھنوی

ظرافت کے ایک نہایت مشاق شاعر ہیں لکھنؤ آپ کا وطن
قدیم ہے نہایت خلیق زندہ دل ۔ احباب نواز آدمی ہیں خصوصیت سے آپکا
پڑھنا مضمون کی صحیح تصویر ہوتا ہے شوخی ۔ صفائی دو خاص آپکے کلام کا جوہر اصلی ہیں

نظر آتا ہے اندھیرے میں چراغان مجھکو
جا پڑو خانہ میں ملے غزل بیان مجھکو

دھر ٹھیک ہو گی نہیں تو آ سے سمجھا دیجئے
گالیاں دیتا ہے روز آپکا دربان مجھکو

زلف پر پیچ کی الفت میں میں لٹھ مارون
دیکھنے کو جو ملے بھول بھلیان مجھکو

دی ہے سو مرتبہ جب یار کو پٹی میں نے
پکے جب بن میں کہیں بیلے کی کھیٹان مجھکو

جب کہا قیس نے کہیں ہیمنا لیپٹ جا پیاری
کہا لیلیٰ نے کہ بھئی یار بنگی امان مجھکو

وصل ہو جائے جیپڑا اسلئے کرتا ہوں فقط
ورنہ بھینکا بھی نہیں الفت جانان مجھکو

ملے ذکی گر کہیں نزلہ سے جو انکی پلکیں
نظر آنیلگا بے خار گلستان مجھکو

دیگر

تھا حکم نجد میں لیلیٰ کا ساربان کیلئے
کہ جھپا جلد نکل جل شتر کو ہانکنے لئے

بنے کے جھبو نجھو سے اچھا بناؤ نکا میں جھونجھ
جو نار سے ملگئے کچھ مجھکو آشیان کیلئے

نہ اُچکے کس نئے صیاد ہائش جھبو تا ہے
یہ گوشہ نشین ہیں فقط میرے آشیان کیلئے

بھنا ٹیے نہ چنے بھی ہیں یہ کہتا تھا قیس
دو وقتہ توڑے جاتے ہیں ساربان کیلئے

کھلا کے قیس کو لیلیٰ نے ارراو لٹی دی
کہ ہو گی فاقہ سے لے جا یہ اپنی مان کیلئے

ہدہد الشعرا

عبدالرحمن نام تھا۔ پورب زاد بوم کسی وجہ سے دہلی آئے حکیم آغاجان صاحب عیش کے پاس مکان لیا اور وہین لڑکے پڑھانے لگے۔ بہادرشاہ بادشاہ مرحوم نے طائرالاراکین شہیرالملک۔ ہدہدالشعرا منقار جنگ بہادر کا خطاب عطا فرمائے اور سات روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا آن کی وضع قطع مجامہ معہ اب تھی سر پر لمبی لمبی جٹائین۔ کان مین بقول تخصے چھچھوندر رکھا کے چنبیلی کا تیل۔ داڑھی دو شاخہ زاویہ نما اپنی جھونجھ مین خوش وخرم رہتے تھے حکیم صاحب اور احباب کی فرمائش سے کبھی کبھی نغمہ بے ہنگام بلند ہوتا تھا۔ ملاحظہ ہو۔ بہادر شاہ کی تعریف مین قصیدہ فرماتے ہین۔ اور کیا خوب فرماتے ہین۔

قصیدہ

جو تیری مدح مین چونچ اپنی وا کرون
تو رشک باغ ارم اپنا گھونسلا کر دون

جو آکے ریز کرے سیر آگے موسیقار
تو ایسے کان مرڑ دون کہ بے سرا کر دون

جو سرکشی کرے آگے میرے ہما آکر
تو اسکے زیچ کے پر بکل نیو لا کر دون

مین کھانے والا ہون نعمت کا اور میرے لئے
فلک کہے ہے مقدر مین باجرا کر دون

وقت کی بات ہے ایک مرتبہ مکان تنہا تھا آپنے ایک عرضداشت نظم کرکے ارسال کی ملاحظہ ہو۔

خود تیرے شہا جولب کہکے آ گئے پروبئے
کس سے کہیئے جاکے یہ غم کو ہمارے کھوئیے

تجھکو حق نے ہے کیا ملک سخن کا شہسوار
ہین بجا کرنے سمند طبع کو یان پو سیئے

حیف آتا ہے کہ فن شعر مین کھوئی عمر
کاش کہ ہم سیکھتے اس سے بنانے یو نیئے

سنگلاخ ایسی زمین پر سوچ کے دل تا کجا
فکر کیجئے صرف اسمین اور پتھر ڈھوئیے

رشتہ عمر شہنشاہ جہان ہو وے دراز
لیکن نہلتے رہیا جبتک جہان مین ہوئیے

دیدے اسکو بھی زمین تھوڑی کہ رہیں گھر کو سنبھلے | مارتا پھرتا ترا ہُد ہُد ہے تا ملک لوٹے

ایسے ہی ایکمرتبہ تنخواہ کو ذرا دیر ہوئی - ادھر انھوں نے نظم کی ٹانگ توڑنا شروع کر دی۔ راجہ دیبی سنگھ تعلقدار اس وقت شاہی دربار میں ایک معزز عہدہ پر تھے - یہ نظم سنادی - ملاحظہ ہو -

جہاں میں آج دیبی سنگھ نورا بدن کا راجہ ہے | خدا کا فضل ہے جو قلعہ میں تو آج راجہ ہے
سلیمان نے ہی تیرے ہاتھوں میں دی رزق کی کنجی | تو سرداروں کا سردار اللہ ہمارا جو لکا راجہ ہے
تشکر اہلِ جہاں کے سب ہیں شکر آنے بجالاتے | دمامہ جا کے تیرا گنبد گردوں نے یہ باجا ہے
کسی کو دے نہ دے تنخواہ تو مختار ہے اسکا | مگر ہُد ہُد کو دیدے کیوں نہیں ہُد ہُد کا کہنا ہے

رباعی

ہُد ہُد کا مذاق ہے نرالا سب سے | انداز ہے اک نیا نکالا سب سے
سر دفتر شکر سلیمان ہے یہ | اڑنا بھی ہے دیکھو بالا بالا سب سے

دیگر

راست آئینوں کو نفرت ہے کج آئینوں سے | تیر نکلا جو کمان سے تو گریزان نکلا
آشیانے سے جو غزل پڑھنے کو ہُد ہُد آیا | غل ہوا بیشتر یہ ملک سلیمان نکلا

حکیم صاحب کے اشارہ پر ہُد ہُد سلیمان سخن کو ٹھونگیں بھی مارتا تھا - چنانچہ بعض غزلین سر مشاعرہ پڑھتا تھا اور کہہ دیتا تھا کہ یہ غالب کے انداز میں یہ غزل لکھی ہے تو ذرا کیسا مطلع ہے

مرکزِ محورِ گردوں بہ لبِ آب نہیں | ناخنِ قوس قزح شبہ مضراب نہیں

غالب مرحوم تو ..... وہاں تھے سنتے تھے اور ہنستے تھے - مومن خان وغیرہ نے ہُد ہُد کے شکار کو ایک باز پیدا کیا انھوں نے اسکے بھی پر نوچے - مشاعرہ میں دو دو چونچیں ہو گئیں یار کا شعر مشہور ہیں ہُد ہُد سے شعر سنئے -

جیسے کہتے ہین ہُدہُد وہ تو زشیرون کا وادا ہے
مقابل بتر سے کیا ہو تو تو اک جرہ کی مادہ ہے
گر آ جائی باز تری کا میدان مین کوئی سامنے میرے
تو دم مین پر نہ چھوڑونگا یہی میرا ارادہ ہے
مقرر با ز جو اپنا تخلص ہے کیا تو نے
ہوا معلوم اس سے یہ کہ گھر تیرا کشادہ ہے
ادب الے میرے رب اپنا ستخبر اسکی نہین تجھکو
کہ ہُدہُد سب جہان مین طائرونکا پیرزادہ ہے

چند روز کے بعد باز آرٹ بخصہ ہو گیا اور اسکی جگہ ایک کوے نے لی۔ یعنی ایک شخص اختیار کیا جسکا زاغ تخلص تھا۔ ہُدہُد اسکے بھی منھ آئے۔ اور ہجو ون کا وہ طوفان اٹھایا کہ گویا کا ؤن کا ؤن کرتا غائب ہو گیا۔ اور صورت کی کوے کی طرح کبھی پتہ نہ چلا وہ شعر سنئے۔

جون آیا ہے بدل لی یک عدو کوے کی
وہی کان کا ن وہی کین کین وہی ٹان ٹان اسکی
پہلے جانا تھا یہی سب نے کہ کوا ہوگا
بن کے گوا جو یہ آیا ہے تو لے ہُدہُد شاد

اسکی ہے پاؤن سے تا سر وہی خو کوے کی
بات چھوڑی نہین ہان اک سر مو کوے کی
اب جو معلوم کیا ہے یہ ہجو کوے کی
دم کترنے کو تو کچھ کم نہین تو کوے کی

اوج

اوج تخلص۔ عبید اللہ خان نام۔ دلی کے قدیمی رہنے والے۔ بلکہ وہین کے پیدا تھے ۴۵ برس کی مشق تھی ایسے عالی مضامین پیدا کرتے تھے کہ ناکتخدا بھیڑون کی طرح کسی طرح انکے قابو مین نہ آتے تھے۔ مگر دنیا انکی دولتیون سے عاجز تھی۔ غالب مرحوم کا دیوان چھپا تو آپ نے فرمایا۔

ڈیڑھ جز پر بھی تو ہے مطلع و مقطع غائب
غالب آسان نہین صاحب دیوان ہونا

مومن خان کو کنور اجیت سنگھ نے ایک ہتھنی نذر کی۔ آپ نے یہ شعر کہہ مارا ؎

جہنمون مین وہ مومن مکان لیتا ہے
نجومی بنکے جو ہتھنی کا دان لیتا ہے

دلی مین ایک شیرین رنڈی تھی۔ شوق عبادت ہوا۔ حج کو چلی آپ نے الوداعی شعر کہا ؎

سمجھا ہے شیرین اگر چھوڑ دلی حج کو چلی
مثل ہے نو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی

باقی شعر سمجھ مین آئین نہ آئین مگر سنئے اور ضرور سنئے۔

ہین مچھلیان لعنبو دہ کی چین پرشکن کے اندر
الٹی ہے بہتی گنگا بھی بھون کے اندر

دنیا کے منقلب کا الٹا ہے کارخانہ
ہے مہر شمع واژ دن اس انجمن کے اندر

مین وہ ہون نخل جوے سلسبیل دریائی
میری ہے کشتی گل نارجیل دریائی

مجھے اتر تی ہے گرداب آسمان سے وحی
ہے راہبر خضر جبرئیل دریائی

مین کالا پانی پرانا بنا ہون ہر شب روز
زمین کا گز ہے مرا کلک میل دریائی

بنا ہے کنگرۂ خار دلک دشت حصار
مرا ہے آبلہ برج نفصیل دریائی

ہے آبیاری سے مضمون آبدار کو وہ — ہمارا خامہ ہے خرطوم فیل دریائی
جہاز ہے مرا اک تار لنگر دم پر — مرے عمل میں ہے جر ثقیل دریائی
میں اپنے کوچ کی موت موج میں بہا جاتا — حباب وار ہوں کو بس رحیل دریائی
ہمارے موج طلاطم سے آشنائی ہے — یہ آب شور ہے دیتا ز نیل دریائی

ہے اوج مردمک دیدہ مردم آبی
نکال دیدۂ تر سے سبیل دریائی

وحشت مجھے زنجیر پہناتی ہی تھی اکثر — طفلی میں بھی ہنسلی مری جاتی ہی تھی اکثر
جب تھا زرِ گل کیسۂ غنچہ کی گرہ میں — بلبل پڑے کلچھرے اڑاتی ہی تھی اکثر

دم کا جو دم ہے باندھے ہے خیال اپنا — ہے پل صراط اتریں یہ ہے کمال اپنا
طفلی ہی سے ہے مجھکو وحشت سرے الفت — سم میں گر لکھا ہے آہو کے تال اپنا
کسب شہادت اپنا ہے یاد کسکو قاتل — سانچہ میں تیغ کے سر سے ہیں نہال اپنا
بہاتا ہے جوش عشق شیریں دشوں میں دنا — ہے آب شور گریہ آب زلال اپنا
چیچک کے آبلوں کی میں باک موتنا ہو

بوم

پہلے سے تھیں مفلس محتاج جولاہے — اب بھرنے لگے کوٹھیوں میں اناج جولاہے
لیڈر تو گئے قید میں اک راج کی خاطر — بیٹھے ہیں دبائے ہوئے سوراج جولاہے
جب سے دنیا میں خلافت کی دہائی ہو گئی — اچھی خاصی ان جولاہوں کی کمائی ہو گئی
ہو ترقی کس طرح ملبوس کھدر کو بھلا — جو دہ آنے سیر گاڑھے کی کٹائی ہو گئی

حجام

عنایت اللہ نام عرف کلّو حجام تخلص۔ اصلی وطن سہارنپور۔ مگر آب و دانہ اور پیشہ نے ہمیشہ دلی کی گلیون مین رکھا۔ مرزا رفیع السودا کے شاگرد تھے مولانا فخر الدین کے مُرید تھے اور اسیوجہ سے لوگ اسکو شاہ جی کے نام سے یاد کرتے تھے مولانا موصوف نے دستار اور پوشاک دی تھی فخریہ اسکو پہنتے تھے سنہ ۱۲۰۹ھ مین انکی عمر ۳۵ سال کی تھی اپنے پیشہ کے لحاظ سے خوب شعر کہتے تھے اور خراج تحسین سننے والون سے وصول کرتے تھے۔

کیون نہ مجھکو ستاتی ہے تو اے گردش گردون
مین نائی کا بیٹا ہون کہین سر نہ رگڑ دون

روز رخسار کے لیتا ہون مزے خوبون کے
بہتر اس شغل سے حجام ہنر کیا ہوگا

آج کل کے خوبرو دیکھے ہین یہ سکہ نیچے
ان تلک حجام ہی پہونچے نہ یہ حجام تک

خط آنے سے بھی اپنی رسائی نہین ہے ان
حجام کسطرح سے ملین کیا ہنر کرین

رقیبون کا ہر میان پڑتا ہے تب سے گھر سے بالی
بلا حجام کو جسوقت تم حمام کرتے ہو

اُس شوخ کے کوچہ مین نہ جایا کرو حجام
جبن جا مینگے اکر دزیہ اوزار تمھارے

کل میان حجب سب کا مونڈنے بیٹھے تھے سر
آج اوس کوچہ مین اونکی بھی حجامت ہوگئی

لگ چلے اس شوخ سے رستہ مین تو لے دے
جھنجھلا کے یہ کہتا ہے کہ چل دور ہٹا لے

خمیر

اودھ کے کوئی چھپے رستم ہیں۔ نام و نشان باوجود تلاش نہ ملا یہ شعر ملے اونہیں سے مطلب ہے وہی حاضر ہیں۔

نہ میس اتنا لے گردشِ آسمان | کہ ہر استخوان کا روا ہو گیا
رُخ پر ملاحت کا بوسا ملا | نمک خوار میں آپ کا ہو گیا
جو غم شب کے خاصہ میں سے بچ رہا | وہی صبح کا ناشتا ہو گیا
لب شیرین کی یاد میں اے خمیر | جو پہلکے تلے گلگلا ہو گیا

فقرہ تمہارے جیسے کے ہوے نون مرچ | کیا چٹ پٹے بڑے ہیں وہی کے مسالہ دار
خمیر اشعار سے میرے نہ کیوں ہو کلن کی سیری ہو | کہ مجھکو فیض پہونچا ہے یہ نعمت خان عالی سے

رو کہی سو کہی بھی آبرو سے ملے | یہ بھی اسوقت مین غنیمت ہے

جب کہا اونسے ایک بوسا دو | یہ جو رخسار ہین گلابی سے
ہنسکے بولے کہ جان جائیگی | ہاتھ اٹھاؤ اب اس رکابی سے

خندہ

میر شجاعت علی نام خندہ تخلص بریلی کے رہنے والے دور موجودہ کے شاعر ہیں خوب فرماتے ہیں آدمی پورا کلام دیکھے تو شاید لوٹن کبوتر ہو جائے

ایک سے ایک شب ہجر میں بڑھکر آیا
کبھی پسّو، کبھی کھٹمل، کبھی مچھر آیا
بھوس سے یار کو جاڑون مین تپایا بلبل
کام آخر مرا اُلّو نہ ہوا چھپر آیا
اپنی گھوڑی کو جدا کر تو سڑک سے اے شیخ
ہنہناتا ہوا خندہ ان کا وہ خچر آیا

ہون کوئی دس سیر چاول اور من بھر شیر ہو
ڈالدو کھاری نمک تو خوب میٹھی کھیر ہو
مے پرستو شیخ صاحب بھاپ تو پیتے تیر ہو
پاؤن مین گھنگرو بندھے ہون ناک مین اک تیر ہو
کیا کوئی چھیڑے اونہین اور کیا لگا کوئی ہاتھ
ناک کے پکڑے سے جنکی ہوتی نکسیر ہو
ہے دہی کا انکے بوسہ میرے سودا کا علاج
جسطرح اے خندہ تلی کی دوا انجیر ہے

مرا رقیب الٰہی ذلیل و خوار رہے
گلے مین ٹوٹی ہوئی جوتیون کا ہار رہے
لحاف اوڑھ کے چھپر پہ مائیون بیٹھے
کہ جب نکاح کے دن اونکے تین چار رہے
لگا کے آگ بجھانے کو جاؤن دیکھون اُسے
مرے محلہ مین آکر اگر وہ یار رہے

ہضم ہوتے نہین اب پانچ روپئے رشوت کے
لوگ کھاتے تھے بچا سے کے پچاسے پہلے
سینہ پر مار کے ہاتھون کو وہ سر کوٹتے ہین
ڈھول پیچھے سے بجا کرتے ہین تاتے بیلے

ذبیح

حکیم منشی محمد اسمعیل خان نام ذبیح تخلص دہلی کے رہنے والے بعض بعض ظریفانہ شعر بھی کہتے ہین

نکہ مین رکھتا رند محتسب چھپ چھپ کے آتا ہے — اُچکا ہے اُڑا لیجائے گا گُلگ میخانہ
رکوع و سجدہ کرتے دیکھنا سوائے رندونکو — جو بانگ قلقل مینا سے ہوئی تکبیر سبحانہ
شراب پاک رندونکو وہان حورین پلائین گی — کہین جنت نہ ہو واعظ تری ہمشیر سیخانہ
خنجر کی ادائین بنوئین ختم گلو پر تو — کچھ دیر تو لے حضرت خون تھم گئے ہوتے
خدا جانے جو خواہش اور کچھ ہوتی تو کیا ہوتا — ذرا سے ایک بوسہ پر تمھارا دم نکلتا ہے

کہتے ہو تم زخم دل سے مسکرایا کس لیے — تیر کی انگلی سے پوچھو گدگدایا کس نے
جوش جنون مین بھی نہ تکیم پر رہنے پایا — یہ آبلہ ہی پانون کے پابوس ہوگئے

راحت

دہلی کے ایک نامعلوم ریختی گو تھے۔

جب سے وہ بانکا سجیلا دل کو میرے بھایا ہوا — انگ لگتا ہی نہین گوئیان مرا کھایا ہوا
مین اپنی ایڑی چوٹی پہ صدقے کرون اُسے — یہ مرووا انگوڑا تو لٹھ ہے گنوار کا
روؤگی تم تو وہ آجائیگا بیٹا پھر ابھی — تم جو چپکی ہو رہی ہو آ کے حوّا پھر گیا
دودھ پینے کا ارادہ تھا جو دودھ آیا تھا ہاتھ — نوچ لی انگیا مری دیکھو موئے تیندر کی بات
گو نکمی بہری کیتلک لرگونجا بیٹھی ہون — ننھی کی باتین سنون ہر کہ مین ویدہ کی بات
بیبی یوتو ع الی ہو کر لال جوڑا پہنوانا مین — تجھکو تو بجی یہ بڑھا جو چلا آتا نہین
کھلاتی پوتا ہوئی پوری آرزو تیری — دگانا لال سا بیٹا جنی بہو تیری
لحاظ آتا کسی کا نہ تجھکو عصمت جان — غلام سے گئی پکڑی جنم مین ہو تو تمری

چمنستان ظرافت

ظرافت کا نام سنتے ہی وہی خیال آپ کے دل و دماغ میں گھوم گیا ہوگا کہ وہی گنواروں دھنئے جلاہوں ۔ قصائی کنجڑوں اور جاہلوں کے لطیفے اسمیں لکھدئیے ہوں گے ۔ آپ کو اختیار ہے آپ خیال کر سکتے ہیں ۔ مگر ہم بڑے زور کے ساتھ یقین دلانے کے واسطے تیار ہیں کہ یہ واقعہ اور خیال اصلیت سے کوسوں دور ہے ۔ اسمیں لطیفے تو ایسے ایسے ہیں کہ ہر ایک کو دیکھکر ہنسی کی وجہ سے محفل کی محفل پھولوں سے بھرا ہوا باغ بنجاتی ہے ۔ کوئی رنجیدہ سے رنجیدہ ۔ غمگین سے غمگین اسکا ایک لطیفہ سنکر اپنی بے اختیارانہ ہنسی کو ضبط کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا ۔ چہرہ ہنستا ہے ۔ ہونٹ ہنستے ہیں ۔ دانت ہنستے ہیں اور سبکے ساتھ ساتھ دل ہنستا ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ آپکو ہر لطیفے سے ایک زبردست سے زبردست اخلاقی سبق ملتا ہے ۔ اور صحیح معنوں میں ہنسنا سکھاتا ہے کوئی دیکھنے کی ہے کہ آپ کو یہ راز معلوم ہو کہ ہنسنے سے آدمی کا دل مرجاتا ہے ۔ یہ قول سچ تو ہے مگر وہ التشریح طلب ہے کہ ہنسنا بتحاشا ہرگز نہیں ہے ۔ اور سے کوئی نتیجہ نہ نکلتا ہو ایسی ہی ہوتی ہے ۔ مگر اسمیں جسقدر لطائف ہیں وہ ان لوگوں کے ہیں جو اپنے فن کے فلاسفر اور مشہور حکیم گزرے ہیں ۔ ارسطو ۔ لقمان ۔ بقراط ارشمیدس ۔ سکندر ۔ سیفاس ۔ جالینوس ۔ بو علی سینا ۔ حضرت آدمؑ ۔ ادریسؑ ۔ نوحؑ ۔ ابراہیمؑ ۔ یوسفؑ ۔ یونسؑ ۔ ابونواس ۔ فرزدق ۔ ابن الفقایر ۔ اصمعی ۔ زہیر ۔ نابغہ ۔ جمشید ۔ کیکاؤس کیخسرو ۔ زردشت ۔ غرضیکہ دنیا کے مشہور انبیاء ۔ اولیاء ۔ حکماء ۔ ملوک ۔ شعراء ۔ فلاسفروں کے لطائف معتبر کتب سے انتخاب کرکے اسمیں لکھے ہیں ۔ کوئی لطیفہ جھوٹا نہیں اور پھر لطف یہ ہر لطیفہ ہنسانے والا اور پیٹ میں بل ڈال دینے والا ۔ اور ہر ایک سکھانے نصیحتوں کا خزانہ اور عبرت کا گنجینہ ہے ۔ اس سے بہتر کوئی کتاب آپنے شاید نہ دیکھی ہوگی ۔ قیمت مجلد [illegible] محصول [illegible]

ملنے کا پتہ ۔ منیجر عظمت پریس بکڈپو لکھنؤ

اب مفلسی کیسی

لیجئے کیمیا سچ مچ کیمیا چھپ گئی اسمین ہر بات کو عالیجناب ڈاکٹر شیخ عظمت الٰہی صاحب سلولوی مصنف کتاب نہانے جو اس علم سے تعلق رکھتی ہے اسطرح لکھدیا ہے کہ معمولی سے معمولی آدمی بھی سمجھ سکیگا۔ کوئی نکتہ کوئی راز کوئی اصطلاح اسمین چھوڑی نہیں گئی ہے کیمیا کی ماہیت ضروری قواعد اور ضوابط۔ علم اکسیر کا بیان خاص اصطلامین۔ وہ تیزاب بنانے جیسے کیمیا بنانے مین مدد ملتی ہے۔ ہرتال کو صاف کرنا اور اسکی متعدد نسخے کیمیا کی عمل۔ تانبے کو چاندی کی طرح بنانا۔ تانبے کو سونے کی صورت مین لانا۔ طوطیار کو صاف کرنا چاندی کو سونا بنانا اور اسکے مختلف طریقے۔ اکسیر کا بیان اور اسکے سہل الوجود بہت سے نسخے جنکو آزماکر سونا بنانا۔ یا چاندی تیار کرنا کوئی مشکل نہیں۔ لطف یہ کہ وہ دوائین ہین جو ہر جگہ مل سکتی ہین۔ علم ریمیا کا بیان اور اسکے عجائبات علم سیمیا کا بیان اور اسکے بہت سے نسخے دیوانہ بنانا کسی کو عقلمند بنانا۔ پانی پر چلنا۔ ہر مریض کو اچھا کرنا۔ دوسرون کے دل کا حال معلوم کرنا جنات کا کلام سننا۔ تمام جانورون کو مطیع کرنا۔ سبز درخت کو خشک کرنا۔ اپنے اعتبار سے ضرورت کے موافق مینہ برسانا۔ فوراً درخت لگانا اور سبز میوہ وغیرہ لگانا۔ ہر کسی کا بھید معلوم کرنا ساز و مجاور کا عمل یعنی خرچ کئے روپیہ کا خود واپس آنا۔ ملیدنہ آنا۔ محبت کے عجیب و غریب عمل شہوت کو بند کردینا۔ ملایک کو مسخر کرنا۔ درندون کو مطیع کرنا۔ حروف تہجی کے خواص عجیب و غریب مجرب نسخے۔ ہپناٹیزم یعنی علم نظر کا بیان۔ غرض کہ یہ کتاب ایک ایسا مجموعہ ہے کہ جسکا کوئی معمولی سے معمولی نسخہ بھی ہزارون سے لاکھون روپیہ سے زیادہ ہے نہایت سرعت سے فروخت ہورہی ہے طلب طلب فرمائیے۔ ورنہ شاید پھر بہت عرصہ تک انتظار کرنا پڑے اور یہ کتاب نہ مل سکے قیمت رعایتی باوجود اتنی خوبیون کے صرف ایکروپیہ محصول ۴ر

المشتہر:- مینجر عظمت پرس بکڈپو لکھنو

سپاری پاک

یہ اکسیر اعظم دوا عورتون کے حیض کی تمام خرابیون کو دور کرتی ہے نیز جریان الرحم اباد گولہ، بھوک
کم لگنا کلیجہ مین جلن۔ بدن دبلا پتلا کمزور رہنا۔ سر کمر۔ ریڑھ اور پنڈلیون مین درد کا
ہونا ہتھیلی اور پیرون کے تلوون جھن جھناہٹ۔ دل کی اداسی حمل کا ساقط ہو جانا حمل
مین صرف لڑکیاں ہی پیدا ہونا۔ نطفہ کا قرار نہ پانا۔ بے اولادی وغیرہ وغیرہ
تمام خرابیون کو بھی دور کرتا ہے الام اہاری طاقت اور مناسب مقدار میں ہوتی ہے بڑھاپے
مین کم سنی کا لطف دکھاتی ہے۔ اس کے استعمال کرنے سے یقیناً پہلے ہی مہینے مین حمل
قرار پاجاتا ہے اور اگر دوران حمل مین استعمال کیا جاوے کہ اولاد نرینہ پیدا ہوتا ہے
صدہا مایوس المراد حضرات صاحب اولاد ہو چکے ہین قیمت صرف (عہ) یعنی تین روپیہ
علاوہ محصول ۶ر

عرق بال صفا

یہ تیل روئی کے پھاہیہ مین لے کر بالون پر لگاؤ فوراً دو منٹ مین بال صاف
کر دے گا اور وہ جگہ بالائی کے مانند صاف اور چکنی نکل آوے گی۔ یہ تیل نہ تو
جلد کو نقصان پہونچاتا ہے۔ نہ جلن پیدا کرتا ہے۔ صرف بالون کو اڑاتا ہے قیمت صرف
۱۲ر فی شیشی۔

منگانیکا پتہ:۔ منیجر دواخانہ عظمت العلاج لکھنؤ

ہنسی کا پٹارہ

اقلیم مذاق کا بے مثل تاجدار ہنسی دل لگی کا قافلہ۔ اخبار پڑھنے والوں کو بات بات میں لوٹن کبوتر بنا دینے والا سب کے چٹ پٹے مضامین تمام کمال کمایا پیا ہضم کر دینگے صرف ایک کارڈ دو گھسیٹئے تاکہ جلد سے جلد [illegible] بیشتر حاضر ہو کر آپ کے اضمحلال کی دم کاٹ دے۔ بیشک اس کتاب کو اگر بارہ مسالہ کی چاٹ کہا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔ اول سے آخر تک دیکھ جائیے ایک فقرہ بھی ایسا نہ ملیگا۔ جسے پڑھکر سو مرتبہ ہنسی نہ آئے یوں سمجھئے کہ یہ کتاب ایک بزم عشرت ہے جسمیں کہیں کہیں انوکھے صاحبان اپنی بیٹھک میں بیٹھے ہوئے پیٹ میں بل ڈالنے والی گپیں اُڑا رہے ہیں تو کہیں بولا ہے صاحب بار رونق افروز ہیں۔ کہیں کوئی کہیں کوئی دیکھئے اور ضرور دیکھئے تاکہ گھڑی بھر کو دنیا کے افکار و آلام سے نجات ملجائے قیمت ۸؍

دیوان چرکین

رنجیدہ دلوں کو خوش کرنیکا آلہ پژمردہ طبیعتوں کو پھول کی طرح شگفتہ کرنے والا۔ ظرافت کی مجسم تصویر دیکھنا ہو تو یہ دیوان منگائیے۔ ایک مرتبہ پڑھکر بہ مبالغہ دس ہزار مرتبہ نہ ہنسئے تو بعد مجرائی قیمت خوشدلی سے دام واپس ملیں۔ قیمت ایک روپیہ رعایتی آٹھ آنہ

ظریف اللغات

ظریف اللغات:۔ آٹھ آنہ ۸؍

نواب سنہ ۱۲ء

نئی نئی دولت کی بدولت دلمیں امنگیں پیدا ہو جانا۔ میاں غنی اور دنیا کی کا نواب سنہ ۱۲ء کے دلمیں گدگدیاں کرنا اور انہیں باتوں سے مجبور ہو کر ایک حسینہ بازاری کو اپنا محبوب بنانا۔ خام کار خوشامدی مصاحبوں کی چالاکیاں اور نواب کا دام فریب میں شکار رہنا۔ لطف یہ کہ قصہ نہایت دلچسپ ہے اور تمسخر ظریفانہ عبارت میں دلکشی بھری ہے۔ ہر شخص کو ہنستے ہنستے کتاب پڑھتے ہوئے دس بیس جگہ آرام کرنا پڑتا ہے پھر مزا یہ کہ نہایت ہی نتیجہ خیز اور عبرت انگیز غرض کہ آم کے آم گٹھلیوں کے دام قیمت ۸؍

ملنے کا پتا:۔ منیجر عظمت پریس بکڈپو لکھنؤ